کچھ ''ملک شام'' کے بارے میں
بقلم
فرقان احمد قادری
پیشکش
www.fikreraza.org

کچھ "ملک شام" کے بارے میں

بقلم
فرقان احمد قادری

پیشکش

www.fikreraza.org

فہرس الموضوعات

مجھے کچھ کہنا ہے......!!!!

الحمد لله ربّ العالمین والصّلوۃ والسّلام علی سیّد الأنبیاء والمرسلین وعلی آله وأصحابه أجمعین أمّا بعد :

راقم الحروف 12/2007 سے تادم تحریر بسلسلہ تعلیم دمشق میں سکونت اختیار کیے ہوئے ہے۔ سفر سے پہلے یہ خیال تھا جو دمشق پہنچنے تک رہا کہ سفر کی رواد کو روزنامچے کی صورت میں لکھا جائے۔ چنانچہ اس کا آغاز بھی کیا گیااور کچھ صفحات دن و تاریخ کی زنجیروں میں قید بھی کیے گئے۔ مگر پھر تعلیمی اور دیگر مصروفیات میں مشغولیت کے سبب یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔اور جب فراغت کے لمحات میسر آئے تو کچھ دلی خواہش اور کچھ احباب کے تقاضوں کے سبب ایک بار پھر قلم اٹھایااور شام شریف کے مشاہدات و واقعات کو لکھتا گیا۔کتاب کو مفید بنانے کی خاطر تاریخی واقعات اور بزرگوں کے حالات کے لیے مستند و معتبر کتابوں سے رجوع کیااور اس طرح یہ کتاب تیار ہو گی۔

یہ بات یاد رہے کے بفضل اللہ راقم الحروف نے ان تاریخی مقامات مقدسہ کی کئی دفعہ زیارت کی ہے۔ لہٰذا کتاب میں ایک دو جگہ معمولی اشارات کے علاوہ ہر جگہ کو دن و تاریخ کی قید سے آزاد رکھا۔شاید یہ ہی وجہ ہے کہ میں اس کتاب کو "سفر نامہ" کہنے میں ہچکچاہٹ محسوس کر رہا ہوں۔

آخر میں اس حدیث پاک کے مصداق کہ جس میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا یشکر اللہ من لا یشکر النّاس [1]

میں اپنے ان محسنوں کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں جو میرے سکونت شام کا سبب و محرک بنے۔ اللہ تبارک و تعالی ان محسنوں کے عمر و عمل میں برکتیں عطا فرمائیں اور میری اس کاوش کو قبول فرمائیں........آمین

فرقان احمد قادری

(مقیم حال دمشق)

عطا اسلاف کا جزبہ دروں کر

شریک زمرہ لا یحزنوں کر

خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں

میرے مولا مجھے صاحبِ جنوں کر!

(علامہ اقبال)

[1] مسند امام احمد بن حنبل

مقدمہ

یہ اللہ رب العالمین کا فضل و احسان ہے کہ اس نے مجھے اور میرے تعلیمی ساتھیوں کو بغداد شریف میں شہنشاہ بغداد حضور غوثِ پاک رضی اللہ عنہا کے قائم کردہ مدرسے (مدرسہ قادریہ) میں تعلیم حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

شہر غوث پاک سے لوٹنے کے بعد ہمارے محسن حضرت ابوالقاسم صاحب نے ہمیں رکا ہوا تعلیمی سلسلہ مکمل کرنے کے لیے ملکِ شام جانے کا مشورہ دیا۔ اور ہمارے پاسپورٹ کی کاپی دمشق میں موجود ساتھیوں کو ویزے کے لیے بجھوادی۔

بس پھر کیا تھا اس ارض پاک کی زیارت کا شوق ایک ٹیس لے کر دل میں اٹھا جس کا ذرہ ذرہ چشم عقیدت و محبت کے لیے سرمہ بصیرت سے کم نہیں۔ جس کے فضائل قرآن و حدیث میں حرمین شریفین کے بعد سب سے زیادہ آئے ہیں۔ اور اس دن یہ اشتیاق زیارت شام کے شوق کو جلا بخش گیا کہ جس دن ہم نے ویزہ لگنے کی خوشخبری سنی۔

اب سفر شام کی تیاری شروع ہو گئی اور بروز بدھ 2007/12/26 کو رات ایک بجے دوست و احباب کی رفاقت میں کراچی ائیر پورٹ کی طرف روانگی ہوئی۔ ائیر پورٹ پر مولانا اجلال طیب صاحب بھی پہنچ چکے تھے (آپ بغداد شریف میں بھی میرے رفیق درس و تعلیم رہ چکے ہیں اور دمشق بھی تکمیل تعلیم کے لیے راقم الحروف کے ساتھ جا رہے ہیں)۔ ائیر پورٹ کے معاملات سے فارغ ہونے کے بعد جہاز میں آ بیٹھے اور دل ایک بار پھر اس ارض پاک کی یادوں کی دنیا میں گم ہو گیا جو انبیاء کی سرزمیں ہے۔ سینکڑوں انبیاء وہاں مدفون ہیں اور ہزاروں صحابہ کرام و اولیاء عظام اس خاک میں آسودہ ہیں۔ یہ پورا خطہ

زمین مبارک ہے ۔ قرآن نے اس زمین کی برکت کی شہادت دی ہے۔ رسول خدا ﷺ کی زبان فیض ترجمان نے اس کے اس قدر فضائل بیان کیے ہیں کہ علماء نے اس پر مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں[2]

سرور کائنات ﷺ نے شام کے لیے کچھ یوں دعا فرمائی:

اللھمّ بارك لنا في شامنا[3]

ترجمہ: " اے اللہ ہمارے شام میں برکت دے "

حضرت زید بن ثابت سے مروی ہے کہ سرکار مدینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

طوبى للشّام

ترجمہ: "شام کے لیے خوشخبری ہو"

صحابہ کرام۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ نے عرض کی وہ کس وجہ سے یارسول اللہ ﷺ ؟ تو رسول اللہ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

لأنّ ملائكة الرحمن باسطة أجنحتها عليها[4]

ترجمہ: " اس پر رحمٰن کے فرشتے پر کھولے ہوئے ہیں "

اسی طرح ایک اور جگہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[2] چند کتابوں کے نام درج ذیل ہیں
1- فضائل الشام للمقدسی
2 - فضائل الشام لابن جوزی
3- زیارات الشام لابن حورانی
[3] صحیح البخاری
[4] رواہ الترمذی

فسطاط المسلمين يوم الملحمة بالغوطة إلى جانب يقال لها دمشق الشّام من خير مدائن الشّام [5]

ترجمہ : " جنگ کے دنوں میں لوگوں کو جمع کرنے والا وہ شہر ہے جو شام میں دمشق کے نام سے مشہور ہے ۔ یہ شام کے تمام شہروں سے بہتر ہے"

اگلے دن تقریبا پانچ بجے ہمارا جہاز دمشق ائیر پورٹ پر اترا ۔ ائیر پورٹ پر مولانا عامر اخلاق صدیقی صاحب ہمارے منتظر تھے ۔ مولانا عامر صاحب دارالعلوم امجدیہ کراچی کے فاضل ہیں (جو کہ میری بھی مادر علمی رہ چکی ہے) اور یہاں دمشق کے علمی حلقوں میں ایک اچھا اثر رکھتے ہیں اور بر صغیر پاک و ہند سے آنے والے طالب علموں کے معاملات بھی سنبھالتے ہیں۔

دمشق ائیر پورٹ شہر سے باہر واقع ہے لہٰذا شہر جانے والی بس کا ٹکٹ لے کر بس میں آ بیٹھے ۔ بس میں مولانا عامر اخلاق صدیقی صاحب نے یہاں رہنے کے لیے کچھ احتیاطیں برتنے کی ہدایت کی (جس سے ہم مستقبل میں خوب مستفید ہوتے رہے) اور ساتھ ساتھ پاکستان کے حالات پر بھی تبصرہ ہوتا رہا۔ بس نے ہمیں "برامکہ " پر اتارا۔ مولانا ہمیں پاکستان سے آئے ہوئے طلبہ کی قیام گاہ پر لے گئے جہاں کچھ نئے اور کچھ پرانے ساتھیوں سے ملاقات ہوئی۔اور پھر اسی گھر میں ہماری عارضی رہائش گاہ ہوئی .

---

[5] رواه احمد

کچھ شام کے بارے میں

شام کی تاریخ بہت قدیم ہے۔ساتویں صدی میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں اس ملک پر اسلام کا سورج طلوع ہوا جو ابھی تک پوری آب و تاب سے چمک رہا ہے۔ خلافت راشدہ کے بعد جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسلامی حکومت کی باگ دوڑ سنبھالی تو انہوں نے اسلامی دار الخلافہ کوفہ سے دمشق منتقل کر دیا تھا۔ امیہ دور حکومت میں دمشق کو مرکزی حیثیت حاصل رہی۔ پھر خلافت عباسیہ کے دور حکومت میں دارالخلافہ بغداد منتقل کر دیا گیا۔ دمشق کے بعد شام کے بڑے شہروں میں حلب ، حمص ، حماۃ ، ادلب اور رقہ کا نام آتا ہے۔

شام کی زیادہ آبادی بحیرہ روم کے کنارے آباد ہے۔ ذراعت اور سیاحت یہاں کی اہم ذرائع آمدنی ہے۔ زیتون ، گندم ، کپاس کافی مقدار میں پیدا ہوتی ہے۔ دمشق بحیرہ روم سے 80 میل کے فاصلے پر ہے ۔اس وقت شام کی آبادی دو کروڑ بیس لاکھ ہے۔ نوے فیصد آبادی مسلمان اور دس فیصد عیسائیوں کی ہے ۔ سنی صحیح العقیدہ مسلمانوں کی اکثریت ہے جبکہ قلیل تعداد میں شیعہ بھی آباد ہیں۔ کسی زمانے میں لبنان، فلسطین اور اردن بھی شام میں شامل ہوتے تھے۔ برصغیر پاک و ہند میں شام کے نام سے جانے جانا والا یہ ملک عربی میں "سوریا" اور انگلش میں " Syria " کہلاتا ہے۔ سوریا کے شمال میں ترکی ، مشرق میں عراق، جنوب میں اردن اور جنوب مغرب میں لبنان اور فلسطین (اسرائیل) ہے۔ شام میں چھ سال سے گیارہ سال تک کے بچوں کے لیے تعلیم مفت ہے۔ پندرہ سال سے زیادہ عمر کے بچوں اور بڑوں میں شرح خواندگی 86 فیصد ہے۔

جنگ عظیم اول کے بعد جب خلافت عثمانیہ کا خاتمہ ہوا اور شام دو حصوں میں تقسیم ہوا تو برطانیہ نے اس کے ایک حصے فلسطین واردن جبکہ فرانس نے موجودہ شام اور لبنان پر قبضہ کرلیا تھا۔ 1946ء میں شام کو فرانس کے چنگل سے آزادی نصیب ہوئی۔ 1948ء میں شام اور اسرائیل کے درمیان جنگ ہوئی جس میں شام کو اپنا بہت سا علاقہ کھونا پڑا۔ 1956ء میں شام نے روس کے ساتھ معاہدہ کرکے اپنی فوجی طاقت کو مضبوط کیا۔ یہاں ہر شخص پر فوجی ٹریننگ لازمی ہے۔ 8 مارچ 1963 کو فوج اور سویلین آفیسر (جن کا تعلق بائیں بازو سے تھا) نے ملک پر قبضہ کرلیا۔ ملک کے نئے وزیر دفاع حافظ الاسد نے ایک انقلاب کے بعد 13 نومبر 1970 کو خود حکومت سنبھال لی۔ اور یہی حکومت آج تک حافظ الاسد کے بیٹے بشار الاسد کی صورت میں موجود ہے۔

ملک شام امریکی پابندیوں کے باوجود ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ رہائش، گیس، پانی، بجلی اور انٹرنیٹ جیسی بنیادی سہولیات ہر شہر اور گاؤں میں موجود ہے۔ صاف ستھری رنگت اور اچھی صحت کے حامل شامی لوگ جینز پینٹ اور شرٹ کا عام استعمال کرتے ہیں (جس میں ایک تعداد صنف نازک کی بھی ہے)۔

موجودہ دور حکومت میں لوگوں کو ہر قسم کی آزادی حاصل ہے سوائے سیاست کے کہ سیاست اور اس کس باتیں یہاں کا شجر ممنوعہ ہے۔ لہٰذا شامیوں نے اپنے سارے سیاسی حقوق حکومت کو شاید یہ کہتے ہوئے سونپ دیے کہ؎

دردِ دل۔ سوزِ غم۔ اشکِ خوں۔ چشمِ نم

ہم نے سب تجھ دیئے آپ ہی کے لیے

جامع اموی

تاریخ دمشق کا ایک حسین باب جامع اموی ہے۔ یہ وہ مسجد ہے جس کی زیارت کا اشتیاق تاریخ کا ہر طالب علم رکھتا ہے۔ لہٰذا ہم بھی ایک ساتھی کے ساتھ جامع اموی کی زیارت کو پہنچ گئے۔ یہ مسجد تین ہزار سال سے بطور عبادت استعمال ہو رہی ہے۔ شروع میں بت پرست یونانیوں کا عبادت خانہ تھا۔ پھر رومیوں نے اپنے دور میں اسے گرجا گھر میں تبدیل کیا۔ مسلمانوں کا عمل دخل اس مسجد میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا جب رجب المرجب 14 ھ میں مسلمانوں نے شام پر حملہ کیا اور دو طرف سے دمشق میں داخل ہوئے۔ ایک طرف سے آدھا شہر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے لڑائی کے ذریعے بزور قوت فتح کیا اور دوسری طرف سے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ داخل ہوئے تو اہل شہر نے صلح کر لی۔ گرجا گھر کا وہ حصہ کہ جو اس علاقے میں تھا کہ جو صلح سے فتح ہوا وہاں گرجا گھر باقی رہا۔ اور جو حصہ مسلمانوں نے بزور شمشیر فتح کیا تھا اس کو انھوں نے مسجد میں تبدیل کر دیا۔

یہ اس زمانے کے جنگی قانون کے عین مطابق تھا۔ پھر سالوں یہ عمارت اسی حالت پر رہی۔ آدھی مسلمانوں کے پاس اور آدھی عیسائیوں کے پاس۔ ایک طرف مسلمان اپنے سجدوں کو بارگاہ ایزدی میں جھکاتے تو دوسری طرف عیسائی اپنی مذہبی رسومات ادا کرتے۔ گزرتے زمانے کے ساتھ دمشق کی آبادی میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ جب ولید بن عبدالملک 86 ھ میں خلیفہ بنا تو اس نے دیکھا کہ مسجد تنگ پڑ رہی ہے اور نمازیوں کو عبادت میں دقت ہو رہی ہے۔ ولید بن عبدالملک نے نصاریٰ کو راضی کر کے مسجد کا بقیہ حصہ بھی حاصل کر لیا اور انہیں اس حصہ کے بدلے دمشق میں چار کلیسا تعمیر کروا دیئے۔ ولید

بن عبد الملک نے مسجد کی تعمیر از سر نو شروع کروائی۔ مسجد کی تعمیر کے لیے روم سے ماہر معمار اور کاریگر بلوائے گئے۔ اور ایسی شاندار و خوبصورت مسجد تعمیر کی گئی کے زمانے کے عجائبات میں اس کا شمار ہونے لگا۔ جیسا کہ حافظ ابن عساکر نے امام محمد بن ادریس الشافعی ﷺ کا ایک قول اپنی کتاب تاریخ دمشق میں نقل کیا کہ امام شافعی فرماتے ہیں:

"جامع اموی دنیا کے پانچ عجائبات میں سے ایک ہے"[6]

مؤرخین کے مطابق ایک کڑور بارہ لاکھ دینار اس مسجد کی تعمیر پر خرچ کیے گئے[7]۔ جب اس مسجد کی تعمیر مکمل ہو گئی تو ولید بن عبدالملک نے اہل دمشق کو جمع کرکے کہا:

تمھیں پہلے چار چیزوں کی وجہ سے دنیا جہاں والوں پر امتیاز حاصل تھا:

1- آب و ہوا 2- پانی 3- میوہ جات 4- حمام خانے

میں نے چاہا کہ پانچویں چیز کا اضافہ کردوں وہ چیز یہ مسجد ہی ہے۔

مسجد کے عجائبات میں سے ایک اس کا اندرونی گنبد ہے جو " قبۃ النسر " کہلاتا ہے۔ اس مسجد کی ایک خصوصیت یہ بھی بیان کی گئی کہ سب سے پہلے محراب اسی مسجد میں بنایا گیا اس سے پہلے مسجدوں میں محراب کا رواج نہیں تھا۔ مؤرخین نے اس مسجد سے متعلق ایک عجیب و غریب بات یہ لکھی ہے اس مسجد میں مکڑی جالا نہیں بنتی[8]۔

---

[6] مختصر تاریخ دمشق 16/2
[7] مختصر تاریخ دمشق 1/ 266
[8] رحلۃ ابن جبیر 211

مسجد کی تمام دیواریں اور چھت منقش ہے۔ یہ مسجد ظاہری حسن و جمال کے لحاظ سے جس وقت تعمیر ہوئی تھی عجائبات زمانہ میں سے تھی۔ اب اگرچہ وہ حسن باقی نہ رہا مگر پھر بھی زائر اس کی شوکت و عظمت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ اور اس کے حسن و انفرادیت کا قائل ہو جاتا ہے.

مقام خضر علیہ السلام

قبۃالنسر سے چند قدم آگے ایک جگہ پر "مقام خضر علیہ السلام " لکھا ہوا ہے۔ جس کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ یہاں حضرت خضر علیہ السلام اللہ تبارک و تعالی کی عبادت کیا کرتے تھے۔ تاریخ کی کتابوں میں آیا کہ ایک مرتبہ خلیفہ وقت ولید بن عبدالملک نے تنہاں مسجد اموی میں شب بیداری کا ارادہ کیا اور خدام مسجد کو کہلا بھیجا کہ آج رات میرے سوا کسی کو مسجد میں نہ چھوڑا جائے۔ چنانچہ حکم کی تعمیر کی گئی۔ ولید بن عبدالملک تنہاں مسجد میں داخل ہوا۔ مسجد کے دروازے بند کر دیے گئے۔ تھوڑی دیر میں ولید کیا دیکھتا ہے کہ کوئی شخص مسجد میں نماز پڑھ رہا ہے۔ ولید نے خدام مسجد کو آواز دیتے ہوئے کہا:

میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ آج رات کسی کو مسجد میں نہ چھوڑنا۔

خدام مسجد نے جواب دیا:

اے امیر المؤمنین یہ خضر ہیں۔ جو یہاں نماز ادا کر رہے ہیں[9]۔

مشہور مؤرخ امام ابن کثیر اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ:

جو بات اس جگہ سے متعلق تواتر سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ صحابہ کرام یہاں نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور یہی بات اس مقام کی شرف و عظمت کے لیے کافی ہے[10]۔

[9] دیکھیں: زیارات الشام 15 ،مکتبۃ الغزالی دمشق

پوشیدہ تیری خاک میں سجدوں کے نشان ہیں

خاموش اذانیں ہیں تیری بادِ سحر میں

مقام حضرت یحی علیہ السلام

مسجد اموی کے بیچوں بیچ ایک کمرے میں اللہ کے نبی حضرت یحی علیہ السلام کا سر مبارک دفن ہے۔

حافظ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں زید بن واقد کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے۔ جو اس وقت مسجد کی تعمیر کی نگرانی کر رہے تھے۔ زید بن واقد کہتے ہیں کہ :

جامع اموی کی تعمیر کے دوران ایک غار دریافت ہوا۔ ہم نے خلیفہ وقت ولید بن عبدالملک کو اس کی خبر دی۔ خود ولید اس غار میں اترا۔ اس نے دیکھا کہ ایک چھوٹا سا گرجا ہے۔ جس میں ایک صندوق ہے اور اس صندوق پر لکھا ہے:

هذا رأس يحي بن زكريّا — یہ یحی بن زکریا کا سر ہے

اس صندوق کو اسی حال پر چھوڑ دیا گیا۔ راوی زید بن واقد کہتے ہیں: میں نے اس سر مبارک کی زیارت کی ۔اس کے چہرے اور بالوں میں ذرا تغیر واقع نہیں ہوا[11]۔

حضرت یحی بن زکریا علیہ السلام حضرت عیسی علیہ السلام کے خالازاد بھائی اور حضرت عیسی علیہ السلام سے تین مہینے بڑے تھے۔ نصاری آپ کو "یوحنا" کے نام سے جانتے ہیں۔ آپ علیہ السلام کے اللہ تبارک وتعالی نے قرآن پاک میں بہت سے اوصاف جمیلہ بیان فرمائے ہیں۔ ارشاد باری تعالی ہے :

---

[10] البدایہ والنہایہ 221/7
[11] مختصر تاریخ دمشق 263/1

﴿ وَحَنَانًا مِّن لَّدُنَّا وَزَكَوٰةً وَكَانَ تَقِيًّا ۝١٣ وَبَرًّا بِوَٰلِدَيْهِ وَلَمْ يَكُن جَبَّارًا عَصِيًّا ﴾ مریم ۱۳- ۱٤

ترجمہ : " اور اپنی طرف سے مہربانی اور ستھرائی اور کمال ڈر والا تھا اور اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے والا تھا اور زبردست و نافرمان نہ تھا "

اللہ تبارک وتعالی نے حضرت یحی کا اکرام فرماتے ہوئے ان کی ولادت، موت اور زندہ اٹھائے جانے والے دنوں میں امن وسلامتی عطا فرمائی :

﴿ وَسَلَٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ۝١٥ ﴾ مریم: ۱۵

ترجمہ : " اور سلامتی ہے اس پر جس دن پیدا ہوا اور جس دن مرے گا اور جس دن زندہ اٹھایا جائے گا "

تیس سال کی عمر میں حضرت یحی علیہ السلام کو نبوت عطا کی گئی۔ آپ علیہ السلام سے پہلے یہ نام کسی کا نہیں رکھا گیا۔ علماء کا اتفاق ہے کہ آپ علیہ السلام کو شہید کرکے آپ علیہ السلام کا سر مبارک ایک طشت میں رکھ کر آپ علیہ السلام کے دشمنوں کو پیش کیا گیا تھا[12]۔

سر مبارک حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

اصل مسجد میں داخل ہونے سے پہلے بائیں طرف ایک حجرہ ہے۔ جس میں مزار مبارک کے اندر ایک سر مبارک دفن ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ نواسہ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک ہے۔ مؤرخین میں سے ابن جبیر الاندلسی نے اس کا ذکر کیا ہے[13]۔ مصر میں بھی ایک مزار مبارک حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کے حوالے سے جانا جاتا ہے اور اسی قول کو ترجیح دیتے ہوئے امام عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ :

[12] دیکھیں : النبوة والأنبياء 325 مؤلف محمد على صابونى مكتبة الغزالى بيروت
[13] رحلة ابن جبير 218

"اکابر صوفیاء اہل کشف صوفیاء اسی کے قائل ہیں کہ حضرت امام رضی اللہ عنہ کا سر انور اسی مقام پر ہے" [14]
پر کثیر مؤرخین جیسے ابن جبیر الاندلسی، امام ابن کثیر اور ابن تیمیہ [15] سر مبارک کے مصر میں ہونے کا انکار اور جامع اموی میں موجودگی کا اقرار کرتے ہیں۔ قرائن سے بھی سر مبارک کی جامع اموی کے اس حصّے میں موجودگی کی تائید ہوتی ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک کربلا سے یزید کے دربار دمشق ہی لایا گیا تھا۔

اگرچہ جگہ کی تعیین میں اختلاف پایا جاتا ہے مگر عشاق نسبت حسن عقیدت کی بنیاد پر یہاں آتے ہیں اور اس عظیم شخصیت کے سر مبارک کی زیارت کرتے ہیں جو بلند اخلاق و کردار کے پیکر، دین و دانش کی چلتی پھرتی تصویر، عدل و انصاف، علم و فضل، امانت و دیانت اور حق و صداقت کے اوصاف کے حامل جگر گوشہ رسول ﷺ ہیں اور جن کی موجودگی میں کسی طور بھی یزید کی حکومت نہ چلتی لہٰذا پھر وہ سانحہ پیش آیا جسے سب "واقعہ کربلا" سے جانتے ہیں۔ مگر شاید یزید یہ بھول گیا تھا۔

افضل ہے کل جہاں سے گھرانہ حسین رضی اللہ عنہ کا

نبیوں کا تاجدار ہے نانا ﷺ حسین رضی اللہ عنہ کا

اک پل کی تھی بس حکومت یزید کی

صدیاں حسین رضی اللہ عنہ کی ہے ہر زمانہ حسین رضی اللہ عنہ کا

حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کی ہے قائم اک مثال ایسی

کہ تقلید اسکی تقدیر حیات جاودانی ہے

[14] طبقات الاولیاء تالیف شیخ عبد الوہاب الشعرانی
[15] راس الحسین 27

مصلی امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

ساتھ ہی ایک مقام پر " مصلی امام زین العابدین رضی اللہ عنہ " حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے نماز پڑھنے کی جگہ لکھا ہوا ہے۔ مقام کو شیشے کی دیوار سے بند کیا گیا ہے۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا اصل اسم گرامی امام علی اوسط بن امام حسین بن علی المرتضی۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ہے آپ رضی اللہ عنہ حضرت شہر بانو بنت یزدجرد کے بطن سے پیدا ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ اور آپ کی والدہ حضرت شہر بانو سفر کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھیں۔ اس وقت حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی عمر بائیس سال تھی اور آپ رضی اللہ عنہ شدید بیمار تھے۔ میدان کربلا میں اہل بیت نبوی ﷺ کا چمن اجڑنے کے بعد یہی ایک پھول باقی رہ گیا تھا۔ جس سے دنیا میں شمیم سیادت پھیلی اور حسین علیہ السلام کا نام باقی رہا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا وصال مدینے پاک میں ہوا اور جنت البقیع میں آپ رضی اللہ عنہ کے چاچا جان حضرت امام حسن مجتبی رضی اللہ عنہ کے پہلوں میں تدفین ہوئی.

جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول ہوگا

مزار سر مبارک سے باہر نکلتے ہی جامع اموی کے خوبصورت تین مینارے آپ کو اپنا دیدار کراتے ہیں۔ جن میں سے ایک غرب مسجد دوسرا شمال مسجد۔ جو کے اپنی خوبصورتی کی بدولت منارہ عروس (دلہن) کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اور تیسرا شرق مسجد میں واقع ہے۔ بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام اسی مشرقی منارہ پر اترینگے۔ دلیل میں سرکار مدینہ ﷺ کی یہ حدیث پیش کرتے ہیں :

ينزل عيسى ابن مريم عند المنارة البيضاء شرقي دمشق [16]

یہ مینارہ احتیاطا بند رکھا جاتا ہے تا کہ کوئی صاحب اوپر چڑھ کر نزول کا دعوی نہ کردے ۔

---

[16] سنن ابی داود

زاویہ غزالی

جامع اموی کے غربی منارے کے ساتھ ایک حجرہ ہے۔ جو زاویہ غزالی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ امام ابو حامد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ جب 489ھ میں دمشق تشریف لائے تو جامع اموی کے اسی حجرے میں آپ نے ایک عرصے تک گوشہ نشینی اختیار فرمائی اور مشغول عبادت رہے۔ اور وہ مشہور زمانہ وزندہ جاوید کتاب " احیاء العلوم الدین " تحریر فرمائی جو کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ جو اسرار شریعت و طریقت۔ اخلاق و تصوف۔ فلسفہ ومذہب۔ حکمت و موعظت۔ اصلاح ظاہر و باطن اور تزکیہ نفس کے موضوع پر بے مثل و بے نظیر کتاب ہے۔

اس کی اثر انگیزی کا یہ عالم ہے کے اس میں جو بات کہی گئی وہ قاری کے دل میں اترتی چلی جاتی ہے ۔ اور ہر مرض کے اسباب کی تحقیق کے ساتھ اس کا علاج نہایت نکتہ سنجی اور دقّت نظر سے پیش کیا گیا ۔ حکمت و فلسفہ اور تصوف و اخلاق کے مشکل سے مشکل مسائل کو دلچسپ بنا کر ایسے موثر اور عام فہم انداز سے پیش کیا گیا ہے کہ ہر ذہن میں سما جاتے ہیں۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ یہ کتاب اپنے موضوع اور خصوصیات کے لحاظ سے ایک بے نظیر کتاب ہے۔ اس کتاب کو ہر زمانہ اور ہر طبقہ میں ہمیشہ ایک عظیم تصنیف تسلیم کیا گیا ہے۔ اس کتاب کی اصل خصوصیات تو اہل ذوق ہی سمجھ اور جان سکتے ہیں ۔ اسی لئے بہتر معلوم ہوتا ہے اس کتاب کے متعلق چند مشاہیر علماء و حکماء کے اقوال پیش کر دیے جائے ۔

☆ شیخ ابو محمد کازرونی رحمۃ اللہ علیہ دعوی کرتے تھے کہ اگر کے دنیا کے تمام علوم مٹا دیے جائے تو میں " احیاء العلوم الدین " سے دوبارہ سب کو زندہ کردوں گا۔

☆ شارح صحیح مسلم امام شرف الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ " احیاء العلوم الدین" قرآن مجید کے لگ بھگ ہے۔

☆ شیخ عبداللہ عیدروس ﷫ کو" احیاء العلوم الدین" پوری پوری حفظ تھی [17]۔

☆ حافظ ابوالفضل عراقی ﷫ فرماتے ہیں کہ: حرام وحلال کے باب میں جتنی بھی کتابیں لکھی گئی ان سب میں" احیاء العلوم الدین" اہم اور ممتاز ہے۔[18]

ویسے تو دیکھنے کے لیے اس مسجد میں بہت کچھ تھا پر وقت کی قلّت کے سبب آگے بڑھتے ہوئے فخر بھری نگاہوں سے مسجد کے ان ستونوں کو دیکھتے رہے جن کے سائے میں صدیوں سے ذکر و فکر اور علم و فضل کی محفلیں آراستہ ہوتی رہی ہیں ۔ یہاں انسانیت کو صدیوں سے تہذیب و شرافت کا درس دیا جاتا رہا ہے ۔ اور یہاں انسانوں کے سر پر فضیلت و تقوی کا تاج رکھا جاتا رہا ہے ۔ یہ سلسہ آج بھی اسی طرح سے جاری ہے کہ اس مسجد میں دمشق کے جید علماء کرام مختلف اوقات میں مختلف فنون کا درس دیتے ہیں ۔ اور دنیا بھر سے آئے ہوئے تشنگان علم اپنے علم کی پیاس بجھاتے ہیں۔ اللہ تعالی اس سلسلہ کو یونہی ہمیشہ قائم و دائم رکھے..... آمین

---

[17]دیکھیں : تعریف الإحیاء بفضل الاحیاء الشیخ عبد القادر العیدروس باعلوی
[18]المغنی عن حمل الاسفارفی الاسفار ما فی الإحیاء عن الاخبار

سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ

مسجد اموی سے باہر دائیں طرف کچھ فاصلے پر ایک مسجد سے متصل کمرے میں اسلام کے غیور فرزند ، مجاہد جلیل سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک ہے۔ یہ وہ شخصیت ہیں کے ان کے عدل و انصاف، علم دوستی ، تقوی و دیانت، حسن انتظام اور جذبہ جہاد کی تعریف سے کتب تاریخ بھری پڑی ہیں ۔ سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ جیسا انصاف پسند ، علم پرور ، دیانت دار ، صداقت شعار ، متقی اور پرہیزگار سلطان صدیوں بعد پیدا ہوا تھا۔

ابن خلکان سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کے چند اوصاف بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں :

ولہ من المناقب والمآثر والمفاخر ما یستغرق الوصف [19]

ترجمہ : " سلطان کے مناقب ، خوبیوں ، کارناموں اور یادگاروں کا احاطہ مشکل ہے "

اور مشہور مورخ امام ذہبی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار یوں کرتے ہیں :

قلّ أن تری العیون مثلہ [20]

ترجمہ : " ان کی نظیر کم ملتی ہے "

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ انتہائی پرآشوب زمانہ تھا ۔ عالم اسلام انتشار اور بدنظمی کا شکار تھا۔ صلیبی ہر طرف سے مسلمانوں پر حملے کر رہے تھے ۔ اللہ تعالی نے سلطان نور الدین زنگی کو اسلام کے دفاع کے لیے کھڑا

---

[19] وفیات الأعیان۵/۱۸۵دار صادر بیروت
[20] سیر اعلام النبلاء ۵۳۲/۲۰

کیا۔ سلطان نورالدین زنگی ﷬ کی صلیبیوں کیساتھ پہ در پہ کئی لڑائیاں ہوئی اور آپ ﷬ نے ہر لڑائی میں صلیبیوں کو شکست سے دوچار کیا۔ یہاں تک کہ وہ شام کے بہت سے علاقوں سے پسپائی پر مجبور ہو گئے۔ آپ ﷬ کا وصال ۵۶۹ھ کو ہوا۔ تو آپ ﷬ کا چھوڑا ہوا کام آپ ﷬ کے جرنیل سلطان صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں انجام کو پہنچا۔ مزار شریف تعمیرات کی وجہ سے بند رہتا ہے۔ زائرین باہر کھڑکی سے زیارت کرتے اور فاتحہ پڑھتے ہیں ۔اور واپسی میں ان راستوں کو حسرت سے دیکھتے ہیں کہ جنھوں نے کبھی عالم اسلام کے اس عظیم مجاہد کی ترکتازیوں کا نظارہ کیا ہوگا جن کے بارے میں ہی شاید اقبال نے کہا ہے کہ ؎

تھا یہاں ہنگامہ ان صحرا نشینوں کا کبھی

بحر بازی گاہ تھا جن کے سفینوں کا کبھی

زلزلے جن سے شہنشاہوں کے درباروں میں تھے

بجلیوں کے آشیانے جن کی تلواروں میں تھے

سلطان نورالدین زنگی ﷬ ایک قابل و عادل حاکم اور نامور جرنیل ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عالم با عمل اور علم دوست شخصیت بھی تھے۔ آپ نے کئی مدراس قائم کرے۔ اور ان سب میں دمشق کا "دارالحدیث" بہت مشہور ہے۔ مورخین نے صراحت کی ہے کہ اسلامی دارالحدیث کی یہ پہلی مثال تھی۔ ان کے بعد یہ سلسلہ جاری ہوا اور ہر سلطان نے اپنے اپنے علاقوں میں دار الحدیث کے نام سے مدارس قائم کئے۔ آپ ﷬ کا قائم کردہ دارالحدیث آج بھی پوری آب و تاب کے ساتھ علم کی کرنیں بکھیر رہا ہے۔

سلطان صلاح الدین ایوبی ﷫

مسجد اموی کے ساتھ ہی پیچھے کی طرف سلطان صلاح الدین ایوبی ﷫ کا مزار پر انوار ہے ۔ یہ زیارت گاہ تاریخ اسلام کے اس عظیم جرنیل کی ہے جس کے خلاف پورے یورپ کے عیسائی اور فرانس ، اٹلی ، جرمنی. ناروے، ڈنمارک اور انگلستان کی حکومتیں اور ہر ملک کے چرچ اور امراء آپس کے اختلافات بھلا کر جنگ کی لئے نکلے تھے ۔ انگلستان کے بادشاہ رچرڈ نے اپنی عوام سے صلاح الدین کے نام سے ایک ٹیکس لینا شروع کردیا تھا جسکی ادائیگی ہر ایک پر لازم تھی ۔ اس سب کے باوجود سلطان صلاح الدین ایوبی ﷫ نے صلیبی جنگوں میں دشمن کو ناکوں چنے چبوادیئے تھے ۔ اور وہ عبرت ناک شکست دی کہ پھر وہ صدیوں اس طرف نہ پلٹے ۔

دو نیم ان کی ہیبت سے صحراء و دریا

سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

عالم اسلام کا یہ عظیم سپہ سالار 1138ء کو تکریت میں پیدا ہوا اور 1174ء کو سلطان نورالدین زنگی﷫ کی وفات کے بعد ملک کا خلیفہ بنا۔ 1099ء میں جب عیسائیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کیا تو شہر کی مسلمان آبادی کا اس قدر قتل عام کیا کہ شہر کی گلیوں میں ہر طرف مسلمانوں کا خون بہتا تھا۔ لیکن 1187ء میں جب صلاح الدین ایوبی ﷫ نے بیت المقدس کو فتح کیا تو اسلام کے زریں اصولوں پر عمل کرتے ہوئے رحم دلی کا بے مثال مظاہرہ کیا اور کسی غیر مسلم کو ناحق قتل نہ کیا۔

سلطان ﷫ کی ذاتی زندگی مرد درویش کی سی تھی۔ نماز روزے نوافل اوراد و وظائف کا جو اہتمام تھا وہ تو تھا ہی۔ زکوۃ فرض ہونے کی ساری عمر نوبت ہی نہ آئی۔ با اختیار سلطان مگر ترکہ صرف 47 درہم اور ایک دینار چھوڑا۔ حج کی بڑی آرزو تھی مگر جہاد کی مصروفیات اور عدم استطاعت نے اس کا موقع ہی نہ دیا۔

سلطان صلاح الدین ایوبی ﷫ نے قاہرہ، دمشق، حلب اور دوسرے بڑے شہروں میں قلعے، مساجد اور مدرسے قائم کیے۔ آپ کا انتقال 1193ء کو ہوا۔ سلطان کے مقبرے میں دو قبریں نظر آئی پوچھنے پر معلوم ہوا کہ جب جرمنی کا بادشاہ ولیم دوم 1889ء میں دمشق آیا تو وہ سلطان صلاح الدین ایوبی ﷫ کے مزار پر بھی آیا اور اس نے اپنی طرف سے سلطان صلاح الدین ایوبی ﷫ کے لئے سنگ مرمر کی قبر کا تحفہ دیا جو اصل قبر کے بالکل ساتھ رکھ دی گئ۔ آپ ﷫ کا مزار مسجد اموی کے پہلوں میں اسی طرح واقع ہے جس طرح بادشاہی مسجد لاہور کے پہلوں میں شاعر مشرق علامہ اقبال کا مزار۔ مقبرے کے بالکل سامنے وہ مدرسہ ہے جسے آپ ﷫ کے بھائی نے بنوایا تھا۔ طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود احاطہ مزار کی فضاء میں اس خدامست درویش کے اذکار کی خوشبوں محسوس ہوئے بغیر نہیں رہتی لیکن شاید ؎

وہ سجدہ روح زمیں جس سے کانپ جاتی تھی

اسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب

اور شاید ہر ذی شعور انسان آپ ﷫ کے مقبرے پر پہنچ کر بارگاہ ایزدی میں کچھ یوں التجاء کرتا ہے کہ اے میرے مالک جلّ جلالہٗ :

" **أنتم الأعلون** " کے خطاب سے سرفراز تیری یہ امت اقوام عالم کی نظروں میں ہیچ ، پست اور رسوائی کی سب سے نیچی سیڑھی پر کھڑی ہے۔ ہر بدی ،خامی ، خرابی اس ملت بیضاء کے سر تھوپی جارہی ہے۔

میرے مولا جل جلالہٗ :

آج عالم اسلام پھر صلیبیوں اور یورپی و امریکی سامراجوں کے نرغے میں مسلمان زار و نزار اور مصائب و آزمائشوں سے دوچار ہے ۔ سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کے ملک کو تخت و تاراج کرنے کی باتیں ہورہی ہے ۔ قبلہ اول ان کے قبضے میں ہے اور دن بدن اس پر ان کی گرفت مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جارہی ہے۔

اے ہمارے پروردگار جل جلالہٗ :

اعداء اسلام آپسی اختلافات کو نظر انداز بلکہ فراموش کرکے خم ٹھونک کر میدان میں اتر آئے ہیں اور مسلمانوں کو دعوت مبارزت دے رہے ہیں۔

میرے مولا جل جلالہٗ :

ہمیں ایسا حکمراں عطا فرما جو سلطان صلاح الدین رحمۃ اللہ علیہ کا روپ دھارے اور امت کی ڈوبتی ناؤں کو پار لگادے۔ جو سلطان صلاح الدین رحمۃ اللہ علیہ کے جوش جہاد اور عشق جہاد کو یاد کرکے اپنے جزبہ جہاد کو فروزاں کرے۔ اور لا الہ الا اللہ کا پرچم ہر جگہ بلند کردے .

هاتی صلاح الدين ثانية فينا
وجددی حطين أو شبه حطينا

حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا

حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بنت امام حسین کا مزار سلطان صلاح الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے چند قدم کی مسافت پر ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی یہ کمسن بیٹی سانحہ کربلا میں بیمار ہوئیں اور دمشق میں آپ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔ مزار مبارک بہت خوبصورت ہے اور ہر وقت بے پناہ رش رہتا ہے جس میں اکثریت شیعہ زائرین کی ہوتی ہے۔ مزار شریف کے اندر کا ماحول بڑا پر کیف اور پر رقت ہوتا ہے۔ حکومت ایران مزار کے تعمیری۔ توسیعی اور صفائی ستھرائی کی مد میں ہونے اخراجات برداشت کرتی ہے .

بازار حمیدیہ

سوق حمیدیہ کا مستطیل و مسقف سلسلہ جامع اموی کے صحن کے مشرقی حصہ سے شروع ہوتا اور شارع عام تک جاتا ہے۔ یہ بازار غالباً دنیا کا سب سے قدیم بازار ہے جو دو ہزار سال سے ایک ہی جگہ قائم ہے۔ یونانی دور کی اس نشانی میں توسیع سلطان عبدالحمید ثانی کے دور حکومت میں 1878ء میں ہوئی اور پھر سلطان عبدالحمید کے نام سے جانا جانے لگا۔ یہ بازار اپنے حسن ترتیب میں یکتائے روزگار ہے۔ دونوں طرف قسم قسم کی دکانوں کا سلسلہ ہے جو نگاہوں کو بھلی لگتی ہے۔ یہ بازار قدیم ضرور ہے لیکن دکانوں نے جدید تمدن کی ادائیں سیکھ لی ہے۔ اس بازار کو نئی نسل نے رونق بخشی ہوئی ہوتی ہے اور " **ھل من مزید** " کے یہ دیوانے پروانے کے مثل عشق و فریفتگی سے سودا کر رہے ہوتے ہیں۔ غالباً پاکستان کی بنسبت یہاں چیزیں زیادہ مہنگی ہوتی ہیں۔ چونکہ سیاحت یہاں کا ایک اہم ذریعہ آمدنی ہے لہٰذا بازار اور دوسرے اماکن مقدسہ کے ارد گرد غیر ملکی بھی کثیر نظر آتے ہیں جن میں ایک بڑی تعداد مغرب سے آئے ہوئے لوگوں کی ہوتی ہے۔ ان لوگوں کو اماکن مقدسہ کی زیارت کے دوران ان کے " مخصوص لباس " کے سبب لمبے سیاہ چغے دے دیئے جاتے ہیں۔

شارع عام سے بازار حمیدیہ آئیں تو دائیں جانب ایک مسجد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے نام سے جانی جاتی ہے اور اسی مسجد میں آپ رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک بھی بتایا جاتا .

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

خاندان نبوت کی ایک شہزادی دمشق شہر کے مضافات میں آرام فرمارہی ہیں ۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت سیدہ نساء العالم فاطمہ الزہراء ۔ حضرت علی شیر خدا کی صاحبزادی ۔ حسین شہید دشت کرب و بلا کی وہ بہادر بہن جو بنی فاطمہ کی قربانیوں کے بعد لاوارث گھر کی متولی بنی ۔ وہ کہ جس نے دمشق میں دربار یزید میں بیکسوں کی وکالت میں دل کو ہلا دینے والی تقریر کی ۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضرت علی کرم اللہ وجہ کی صاحبزادیوں میں سب سے بڑی تھیں ۔ سن ۵ھ میں ولادت اور ۶۲ھ کو وصال ہوا۔ سیدہ رضی اللہ عنہا حضرت عبد اللہ بن جعفر بن ابو طالب کے نکاح میں تھیں ۔ میدان کربلا میں قافلہ شہداء کے ہمراہ تھیں اپنے بھائی حضرت حسین اور لخت جگر محمد بن عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو اپنی آنکھوں کے سامنے شہید ہوتے دیکھا۔ لیکن آپ نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ کسی نے آپ رضی اللہ عنہا کے صبر پر یہ خوبصورت اشعار کہے ؎

دکھ بھری تیری داستان زینب

ہر گھڑی تازہ امتحان زینب

جھیل کر اتنی سختیاں زینب

بن گئی دین کی پاسبان زینب

آپ رضی اللہ عنہا کے نام کی یہاں بڑی شہرت ہے, علاقے کا نام بھی آپ کے نام مبارک پر رکھا گیا ہے ۔ دکانیں آپ کے نام پر تو ہوٹل آپ کے نام یہاں تک کے گاڑیاں بھی آپ کے نام کی چلتی ہیں۔ ایک خلقت آپ رضی اللہ عنہا کے مزار پر انوار پر نظر آئی جن میں زیادہ تر پاک و ہند ' عرب اور ایران کے شیعہ حضرات تھے یا پھر ہم جیسے کچھ زائر ۔ مردوں اور عورتوں کے لیے زیارت کی الگ الگ جگہ ہے ۔ شیعہ عورتوں کی بظاہر محبت اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین میں رونے کی آواز آرہی تھی ۔ ہمیں بے اختیار فاضل بریلوی مولانا الشاہ احمد رضا خان ﷫ کے یہ اشعار یاد آگئے۔

علی سے محبت عمر سے عداوت	کہیں بھی ہوئے جمع نور و غیاہب
روافض پہ واللہ قہر علی ہے	خوارج پہ فاروق اعظم معاتب
دہی تو محبان حیدر جو رکھے	تقیے کی تہمت ۔ سر شیر غالب ؟

دمشق کے اکثر شیعہ اسی علاقے میں رہائش پذیر ہیں ۔ یہاں ان کے مدارس بھی ہیں جس میں ہندوستان اور پاکستان کے اہل تشیع طلبہ بھی زیر تعلیم ہیں ۔ زیارت کے لئے آتے جاتے آپ کو اردو زبان میں لمبے لمبے بینر بھی نظر آتے ہیں ۔ ایک عرب ملک میں اردو کی یہ پزیرائی دیکھ کر دل کو خوشی ملتی ہے .

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی ﷫

صالحیہ جو دمشق کا ایک نواحی گاؤں ہوا کرتا تھا اور آج پھیلتا پھیلتا دمشق شہر کا حصہ بن چکا ہے۔ اسی صالحیہ میں حضرت شیخ محی الدین ابن عربی ﷫ کا آستانہ عالیہ ایک مسجد میں واقع ہے۔ جو کے آپ ﷫ کے نام سے ہی جانی جاتی ہے۔ تاریخ اسلام اور تصوف کی یہ عظیم شخصیت اندلس میں سن ۵۶۰ ھ میں پیدا ہوئی۔ نام مبارک محمد بن علی الحاتمی الطائی تھا اور شہرت " شیخ الاکبر " و " ابن عربی " سے پائی۔ عالم اسلام کا سفر کرتے ہوئے دمشق پہنچے اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ آپ ﷫ کی ذات وہ ہے جو سب سے پہلے گویا ہوئی۔ وہ کہ جسنے رموز خفیہ کو طشت از بام کیا۔ اور پھر بھی پوشیدہ کا پوشیدہ رکھا۔ جماعت صوفیاء کا پہلا وجود جس نے سینے کے اسرار کو کاغذوں میں نمایا کیا۔

یہ تو سب جانتے ہیں کے آپ ﷫ بحر تصوف کے شناور اور وحدت الوجود کے علمبردار تھے۔ لیکن اکثر لوگ یہ نہیں جانتے کے آپ علامہ زمان بھی تھے۔ ابن العماد اور ذہبی جیسے علماء نے آپ کو " علامہ " کے نام سے یاد کیا ہے[21]۔ آپ ﷫ کے تبحر علمی کی واضح دلیل آپ کی تصانیف ہیں جن کی تعداد 400 تک بتائی گئی۔ جن میں " فتوحات مکیۃ" اور " فصوص الحکم " جیسی لاجواب اور ضخیم کتابیں بھی ہیں۔

شیخ الاکبر ابن عربی ﷫ کی ذات اقدس کے بارے میں شروع سے ہی چند قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ ایک قسم وہ کہ جنھوں نے آپ کے عقائد و نظریات کو شرکیہ قرار دے کر معاذ اللہ آپ کو مشرک قرار دیا۔ آپ کی توہین و تنقیص میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اور آپ ﷫ کی خدمات دین سے غض نظر لوگوں کو آپ سے گمراہ کرنے کی کوشش کی (اس کار خبیث کا زیادہ حصہ وہابیہ سلفیہ کو جاتا ہے)

---

[21] شذرات الذہب ۵۔۱۹۰

اللہ رے نیرنگی افکار کا عالم

جو بات کہیں ننگ وہی بات کہیں فخر

اور دوسری قسم آپ کو اللہ کا ولی مانتی اور آپ کی ولایت کا یقین رکھتی ہے۔اور ذوق عشق نہ رکھنے والوں کو آپ کی کتب کے مطالعہ سے اجتناب کا حکم دیتی ہے[22]۔

شیخ محی الدین ابن عربی ﷫کا وصال 638ھ میں دمشق میں ہوا۔آپ ﷫ کی ایک کرامت جو یہاں زبان زد عام ہے وہ یہ ہے کہ :آپ ﷫ نے اپنی زندگی میں ارشاد فرمایا تھا کہ :

اِذا دخل السّینُ بالشّین ظہر قبْر محی الدِّیْن

یعنی :جب سین شین میں داخل ہوگا محی الدین کی قبر ظاہر ہو جائے گی۔

لوگ اس وقت اسکا مطلب نہیں سمجھتے تھے۔خدا کی قدرت کہ مرور ایام سے آپ ﷫ کا روضہ ناپید ہو گیا۔مگر جب سلطان سلیم عثمانی شام کے امیر بنے۔اور سلیم کا'' سین'' شام کے'' شین'' میں داخل ہوا ۔ سلطان نے آپ﷫ کے مقبرے کے مقام پر کسی عمارت کے لیے بنیاد کھدوائی تو لوح مزار نکل آئی۔جس پر لکھا تھا :

ھذا القبر العبد الفقیر الی اللہ عبد اللہ محمد بن علی الحاتمی الطائی

یہ کتبہ دیکھ کر سلطان نے درگاہ و مسجد بنوادی۔پہلوں میں آپ ﷫ کے دو فرزندوں حضرت شیخ سعد الدین اور عماد الدین کے مزارات ہیں۔

---

[22]علامہ جلال الدین سیوطی ﷫ نے آپ ﷫ کے دفاع میں ایک رسالہ بنام '' تنبیہ الغبی بتبرئۃ ابن عربی '' لکھا ہے

قبر مبارک مسجد کے دائیں طرف تہہ خانے میں واقع ہے۔ شیشے کی ضریح آپﷺ کی قبر کو اپنے احاطے میں لی ہوئی ہے۔ آپﷺ کی مسجد عثمانی دور کی یادگار ہے۔ منقش دیواریں اور مسقف چھت زمانہ قدیم کی یاد تازہ کر دیتی ہے.

امیر عبدالقادر الجزائری

شیخ الاکبر ابن عربیﷺ کے حجرے مبارکہ میں شہرہ آفاق مجاہد امیر عبدالقادر الجزائری ﷺ کا مرقد مطہر بھی ہے۔آپﷺ نے سالہاسال فرانس کو تونس اور الجزائر میں لوہے کے چنے چبوائے اور شجاعت اسلامی کا نام روشن کیا .

ایک بے سر و پا الزام

قارئین کرام :

آج کل کے وہابیہ سلفیہ محض عناد کی بنیاد پر انصاف و دیانت کے تمام اصولوں کو پس پشت ڈال کر الزام کی حد سے گزر کر اتھام تک جا پہنچتے ہیں اور یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت بریلویہ صوفیہ نے جہاد کو ایک عرصے سے ترک کرا ہوا ہے۔

خدا جانے کہ ایسے لوگوں کی آنکھ پر کون سا پردہ پڑا ہوا ہے کے انھیں امیر عبد القادر الجزائری ﷫۔ عمر مختار ﷫ (جنھوں نے لیبیا میں اٹلی کے خالف علم جہاد بلند فرمایا)۔ الشیخ شامل﷫ (روس میں نعرہ جہاد کے علمبردار)۔ علامہ فضل حق خیر آبادی ﷫ اور ان جیسی دوسری شخصیات جو کے مشرق کے آخری حصے سے مغرب کے آخری حصے تک اور افریقہ سے ایشیا تک پائی جاتی ہیں نظر نہیں آتی۔ اللہ کرے کہ یہ مخالفین تعصب کا چشمہ لگائے بغیر ان ہمہ گیر شخصیات کا مطالعہ کرے جنھوں نے دین اسلام کی زرّیں خدمات انجام دی۔ اور ان کے دینی علمی اور جہاد حقیقی کے کارنامے آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

پر شاید ہمارے (میں نہ مانوں) میں رچے بسے مخالفین کو ہر حالت میں دودھ کو کالا اور شہد کو کڑوا تسلیم کروا کر دم لینا ہی آتا ہے ؎

ناممکن اس دنیا میں کچھ نہیں مظفر

دودھ بھی کالا شہد بھی کڑوا ہو سکتا ہے

عارف باللہ الشیخ عبد الغنی النابلسی رحمۃ اللہ علیہ

جامع الشیخ الاکبر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد سے چند قدم کے فاصلے پر ایک مسجد کے گوشے میں شیخ عبد الغنی بن اسماعیل النابلسی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک ہے۔ فقہ حنفی اور تصوف میں ملکہ کمال رکھنے والے شیخ عبد الغنی النابلسی سن 1050ھ کو دمشق میں پیدا ہوئے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان نابلس فلسطین سے ہجرت کرکے دمشق میں آباد ہوگیا تھا اس ہی لئے آپ نابلسی کہلاتے ہیں۔ شاید کم ہی لوگوں کو معلوم ہو کے کثرت تصانیف اور خوابوں کی تعبیر میں مہارت کے حوالے سے جانے جانے والے شیخ عبد الغنی النابلسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی ذات میں ایک سیّاح بھی تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس فرمان مبارک:

﴿ قُلْ سِيرُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ ﴾ (الأنعام: ١١)

پر عمل کرتے ہوئے آپ نے بغداد ، طرابلس ، القدس ، خلیل ، مصر اور حجاز کے سفر نامے اتنے خوبصورت انداز میں تحریر فرمائے ہیں کے قاری مطالعہ شروع کرے تو اوراق الٹتا جاتا ہے اور حسن ترتیب و تحریر پر سو جان سے قربان ہوا جاتا ہے۔آپ کے سفر ناموں میں ان جگہوں کا تاریخی اور جغرافیائی تعارف ۔ انبیائے کرام علیہ السلام ، فقہاء ، صلحاء ، اتقیاء اور اولیاء کے حالات ، ان کے مزارات کی برکات ، مساجد ، مقابر ، نہرو ، وادیوں .... الغرض سب کچھ ہی کا ذکر ملتا ہے[23]۔

” تعطیر الأنام فی تعبیر المنام “ اور ” ذخائر المواریث فی الدلالۃ علی مواضع الحدیث “ آپ کی مشہور کتابیں ہیں۔ خلیفہ اعلی حضرت الشیخ عبد الحیی بن عبد الکبیر الکتانی

[23] دیکھیں : الحضرۃ الأنسیۃ فی رحلۃ القدسیۃ 83/1

نے آپ کو" الاستاذ العارف ۔ برکۃ الشام " کے نام سے یاد کیا ہے[24]۔ سن 1143ھ کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مسجد میں وفات پائی .

شیخ راتب نابلسی

شیخ راتب نابلسی عارف باللہ شیخ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کے پڑپوتے ہیں۔ ماشاءاللہ خود بھی بہت بڑے عالم داعی اور مصنف ہیں ۔ دمشق کے وہ علماء جنہیں عوام الناس اور حکومت میں خاصی پزیرائی حاصل ہے ان میں ایک نام آپ کا بھی ہے۔ ریڈیوں سے روزانہ ہی آپ کی تقاریر نشر ہوتی ہے۔ آپ کے تفسیر قرآن کے درس میں مسجد اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود لوگوں پر تنگ پڑ جاتی ہے۔ موثر انداز بیان اور فکر میں ڈوبی ہوئی آواز سامعین پر ایک وجد طاری کر دیتی ہے۔ اور حاضرین آپ کے خیالات و تاثرات سے بہت محفوظ ہوتے ہیں .

[24] فہرس الفہارس ۷۵۷/۲)

باب الصغیر قبرستان

شہر کے بیچ میں واقع " باب الصغیر قبرستان " دمشق کا سب سے پرانا اور تاریخی قبرستان ہے۔ جہاں کئی صحابہ ، تابعین ، ائمہ مجتہدین ، علمائے دین اور اولیائے کاملین رضوان اللہ علیہم اجمعین آرام فرما رہے ہیں۔ مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ مدینہ منورہ کے بعد سب سے زیادہ صحابہ کرام کی قبریں دمشق میں ہیں۔ یہاں مدفون صحابہ میں رسول اللہ ﷺ کے دونوں موذن حضرت بلال بن رباح اور عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہما بھی شامل ہیں۔

سبحان اللہ جلالہٗ : یہ سرزمین اور یہ بقعہ نور کتنا مبارک ہے کہ جہاں سرکار ﷺ کے دونوں موذن رضی اللہ عنہما استراحت کنا ہیں ۔ یہاں اکثر قبریں پختہ ہیں جن پر سنگ مرمر کی تختیاں نصب ہیں قبرستان دو حصوں پر مشتمل ہے۔ قبرستان کے درمیان میں ایک چوڑا سڑک نما راستہ ہے جس پر پیدل چلنے والوں کی سہولت کے لئے پتھر لگے ہوئے ہیں۔ بالکل ایسے پتھر جس طرح زمانہ قدیم کی سڑکوں اور بازاروں میں نصب ہوتے ہیں .

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ

باب الصغیر میں سب سے زیادہ اور مشہور زیارت گاہ خلائق حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک ہے۔ قبرستان کے شمالی حصے میں واقع تقریباً سولہ فٹ چوڑے اور اتنے ہی لمبے کمرے میں حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی تربت گاہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو عقیدہ توحید۔ ایک اللہ کی عبادت کو مضبوطی سے تھام لینے اور شرک و کفر کے انکار کے وجہ سے بے پناہ مصائب کا شکار ہونا پڑا۔ آپ کو ڈرایا گیا ، دھمکایا گیا ، بھوکا پیاسا رکھا گیا ، سخت گرمیوں کی کڑکتی دھوپ میں تپتی ریت پر لٹایا گیا ، سولی

پرچڑھایا گیا ، گردن میں رسی ڈال کر لڑکوں کے حوالے کیا گیا چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کہتے ہیں :

" سب سے پہلے سات اشخاص نے اپنے اسلام کو ظاہر کیا ا ۔ محمد ﷺ ۲۔ ابو بکر (رضی اللہ عنہ) ۳۔ عمار (رضی اللہ عنہ) ۴۔ سمیہ (رضی اللہ عنہا) ۵۔صہیب (رضی اللہ عنہ) ۶۔بلال (رضی اللہ عنہ) ۔مقداد (رضی اللہ عنہ) ۔رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالی نے آپ کے چچا ابوطالب کی وجہ سے محفوظ رکھا۔اور ابو بکر اپنے قبیلے کی وجہ سے محفوظ ہو گئے۔ باقی سب کو مشرکین چلچلاتی دھوپ میں لوہے کی زرہیں پہنا کر ڈال دیتے" ۔حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی گردن میں رسی ڈال کر لڑکوں کے حوالے کر دیا جاتا۔وہ ان کو مکہ کی گلی کوچوں میں گھسیٹے پھرتے اور وہ برابر کہتے " احد " " احد " یعنی اللہ ایک ہے[25] ۔ پر اس عاشق مصطفیٰ ﷺ نے دامن مصطفیٰ ﷺ نہ چھوڑا اور پوری زندگی رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں گزاردی اور موذن رسول ﷺ کی سعادت سے سرفراز ہوئے ۔

زباں پر شکوہ رنج والم لایا نہیں کرتے

نبی ﷺ کے نام لیوا غموں سے گھرایا نہیں کرتے

ارادے جنکے پختہ ہو نظر جنکی خدا پر ہو

تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

[25] دیکھیں : مستدرک حاکم 348/3-سیر اعلام النبلاء 348/1)

حضرت بلال ﷺ حبش کے رہنے والے تھے ۔ان کا رنگ قدرتی طور پر سیاہ تھا لیکن دل نورالٰہی سے منور تھا ۔آنکھیں نہایت پر کشش اور مخمور تھیں ۔ قد مبارک لمبا۔ چہرہ کتابی اور آواز پر درد و موثر اور پر کیف تھی کہ سننے والے مسحور ہو جاتے تھے۔

قارئین کرام :اس عظیم شخصیت کے بارے میں یہ عاجز قلم کیا لکھ سکتا ہے کے :

"جسکے قدموں کی آہٹ سرکار عالی وقار ﷺ نے جنت میں سنی ہو "[26]

" جو دین حق کے بارے میں سبقت لے جانے والے چار میں سے ایک ہو "[27]

جنہے فاروق اعظم ﷺ سید کہ کر پکارے "ابو بکر سیدنا اعتق سیدنا "۔[28]

وہ کہ جو سرکار ﷺ کے شانہ بشانہ تمام جہادوں میں شریک رہے۔

حاکم اور حافظ ابو نعیم جنہیں اصحاب صفہ میں شمار کرے۔

جو سب سے پہلے شعائر اسلام "آذان" کی آواز بلند کرے۔

بلکہ ان تمام حضرات صحابہ کرام۔رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ کی تعدیل ان کا تزکیہ اور ان پر مدح و ثناء تو خود مالک کائنات جل جلالہ کی طرف سے ان جیسی آیات مبارکہ میں آئی ہیں :

﴿ مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ ٱللَّهِ ۚ وَٱلَّذِينَ مَعَهُۥٓ ﴾ (الفتح: ٢٩)

ترجمہ : " محمّد اللّٰہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے (یعنی ان کے اصحاب) کافروں پر سخت ہیں "

---

[26]دیکھین صحیح البخاری و مسلم
[27]دیکھین حلیۃ الاولیاء
[28]دیکھین مشکوۃ شریف

﴿ لَـٰكِنِ ٱلرَّسُولُ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مَعَهُۥ جَـٰهَدُوا۟ بِأَمْوَٰلِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ ۚ وَأُو۟لَـٰٓئِكَ لَهُمُ ٱلْخَيْرَٰتُ ۖ وَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ﴾ (التوبة:۸۸)

ترجمہ : " لیکن رسول اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے اپنے مالوں جانوں سے جہاد کیا اور انہیں کے لئے بھلائیاں ہیں اور یہی مراد کو پہونچے "

﴿ يَوْمَ لَا يُخْزِى ٱللَّهُ ٱلنَّبِىَّ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مَعَهُۥ ۖ ﴾ (التحریم:۸)

ترجمہ : " جس دن اللّٰہ رسوانہ کرے گا نبی اور ان کے ساتھ کے ایمان والوں کو "

﴿ وَٱلسَّـٰبِقُونَ ٱلْأَوَّلُونَ مِنَ ٱلْمُهَـٰجِرِينَ وَٱلْأَنصَارِ وَٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُم ﴾

(التوبة: ۱۰۰)

ترجمہ : "اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پَیرو ہوئے اللّٰہ ان سے راضی اور وہ اللّٰہ سے راضی "

عشق بلال رضی اللہ عنہ اور اذان بلالی

سرکار ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی تو گویا دنیا ہی اندھیری ہو گئی۔ طبیعت مدینے سے اچاٹ ہو گئی اور ہر وقت مضطرب و بے قرار رہنے لگے ۔ حضور اکرم ﷺ کے صدقہ مفارقت نے حضرت بلال حبشی ﷺ کو غم و اندوہ اور اضطراب کا مجسمہ بنا دیا ۔آپ رضی اللہ عنہ مدینے کی گلیوں میں یہ کہتے پھرتے تھے کہ :

"لوگو تم نے کہیں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے تو مجھے بھی دکھادو؟؟"

پھر جب آپ رضی اللہ عنہ سے فراق محمدی ﷺ کا غم برداشت سے باہر ہوگیا تو شام تشریف لے آئے۔ تقریبا چھ ماہ بعد سرکار ﷺ کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی تو سرکار ﷺ فرمارہے تھے :

"ما هذه الجفوة يا بلال ما آن لک ان تزورنا "[29]

اے بلال یہ کیا بے وفائی ہے؟ (ہم سے ملتے کیوں نہی) کیا ہماری ملاقات کا وقت نہیں آیا؟ "

خواب سے بیدار ہوتے ہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ اونٹنی پر سوار ہوئے اور لبیک یا رسول اللہ ﷺ کہتے ہوئے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو سب سے پہلے مسجد نبوی ﷺ میں پہنچ کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی نگاہوں نے عالم وار فتگی میں آپ ﷺ کو ڈھونڈنا شروع کیا۔ کبھی مسجد میں تلاش کرتے تو کبھی حجروں میں ۔ جب کہیں نہ پایا تو آپ ﷺ کی قبر انور پر سر رکھ کر رونا شروع کر دیا اور عرض کی :

[29] دیکھیں : السيرة الحلبية 2/308

"یارسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا تھا آکر مل جاؤ غلام شام سے بہر ملاقات حاضر ہوا ہے"

یہ کہا اور بے ہوش ہو کر مزار پرانوار کے پاس گر پڑے۔ کافی دیر بعد ہوش آیا۔ اتنے میں سارے مدینے میں یہ خبر پھیل گئی کہ موذن رسول حضرت بلال رضی اللہ عنہ آ گئے ہیں۔ سب جمع ہو گئے اور سب بوڑھے ، جوانوں، بچے، عورتوں نے اکٹھے ہو کر عرض کی اے بلال :

ایک دفعہ وہ آذان سنا دو جو محبوب خدا ﷺ کے زمانے میں سنایا کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں معذرت خواں ہوں کیونکہ میں آذان میں جب أشهد أنّ محمدا رسول الله کہتا تو سرکار ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوتا اور اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتا تھا۔ اب میں کسے دیکھوں گا؟۔

بعض صحابہ کرام۔رضی اللہ عنہم اجمعین۔ نے مشورہ دیا کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے سفارش کروائی جائے۔ جب وہ کہیں گے تو حضرت بلال انکار نہ کر سکیں گے۔ چنانچہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا :

یا بلال: نشتهی نسمع أذانک الذی کنت تؤذن لرسول الله ﷺ فی المسجد[30]

"اے بلال : ہم آپ سے وہی اذان سننا چاہتے ہیں جو آپ رسول اللہ ﷺ کو اس مسجد میں سناتے تھے"

اب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو انکار کا یارانہ نہ تھا۔ لہٰذا اسی مقام پر کھڑے ہو کر اذان دی جہاں حضور ﷺ کی ظاہری حیات میں دیا کرتے تھے۔ بعد کی کیفیات کا حال کتب سیر میں یوں بیان ہوا ہے:

" فلمّا قال : الله أكبر ۔ الله أكبر ۔ ارتجت المدينة ۔ فلمّا أن قال : أشهد أن لا اله الا الله ۔ زاد رجتها فلمّا قال : أشهد أنّ محمدا رسول الله ۔ خرجت

[30] دیکھیں : شفاء السقام 39 شیخ قاضی عیاض مالکی

العواتق من خدورهنّ ۔ وقالوا : بعث رسول اللہ ۔ فما رئی یوم أکثر باکیا ولا باکیۃ بعد رسول اللہ ﷺ من ذالک الیوم"[31]

ترجمہ : " جب آپ رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کہا مدینہ گونج اٹھا۔ اور جب آپ نے أشھد أن لا الہ الا اللہ کے کلمات ادا کئے تو گونج میں مزید اضافہ ہوگیا جب آپ أشھد أنّ محمدا رسول اللہ کے کلمات پر پہنچے تو تمام لوگ حتی کے پردہ نشین عورتیں بھی باہر نکل آئیں (عجیب رقت و گریہ زاری کا منظر تھا) لوگوں نے کہا رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے ہیں۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد مدینے میں اس دن سے زیادہ رونے والے مرد وزن نہیں دیکھے گئے "

علامہ اقبال اذان بلال رضی اللہ عنہ کو ترانہ عشق قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

اذاں ازل سے ترے عشق کا ترانہ بنی

نماز اس کے نظارے کا اک بہانہ بنی

آپ رضی اللہ عنہ واپس شام تشریف لے آئے اور پھر یہیں کے ہوکے رہ گئے۔ 20 ہجری میں دمشق میں آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ ابن عساکر اور امام نووی کے مطابق[32] آپ رضی اللہ عنہ کی تدفین اس جگہ یعنی باب الصغیر میں ہوئی۔ عاشقوں کا ہجوم ہمہ وقت آپ رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک پہ حاضر رہتا ہے۔ آج میرے لیے بھی کتنی ہی سعادت کی بات ہے کہ مجھے حضرت بلال رضی اللہ عنہ جیسے عاشق مصطفیٰ ﷺ کے مزار پر انوار کی حاضری کا موقع ملا۔ عالم وار فتگی میں میری نظریں بار بار اٹھ رہی ہیں اور ہر بار پلٹ کر یہی پیغام دے رہی ہیں ؎

وہی بزم ہے وہی دھوم ہے وہی عاشقوں کا ہجوم ہے

ہے کمی تو بس اس چاند کی جو تہ مزار چلا گیا

---

[31] دیکھیں : السیرۃ الحلبیۃ 2/308

[32] تہذیب الأسماء واللغات 137/1 مختصر تاریخ دمشق 304/1

ولید حبشہ

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ اسی کمرے میں ایک قبر حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے۔آپ اسماء بنت عمیس کے بطن مبارک سے حبشہ میں پیدا ہوئے۔ جیسا کہ گزرا آپ کی زوجہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا مقام بھی دمشق ہی میں بتایا جاتا ہے۔آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کربلا میں شہید ہوئے۔ وفات کے لحاظ سے آپ بنو ہاشم کے آخری چشم وچراغ ہیں جن کو حضور اقدس ﷺ کی زیارت وصحبت کا شرف حاصل ہوا۔ راجح قول کے مطابق 80ھ میں آپ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا ۔

تربت گاہ اہل بیت

باب الصغیر کے قبرستان میں ایک بڑا حصہ اہل بیت اطہار۔رضوان اللہ علیہم اجمعین۔کے لیے مخصوص ہے۔اہل بیت اطہار کے بہت سے حضرات یہاں محو خواب ہیں۔ایک حجرے میں تین قبرے ہیں : دائیں طرف حمیدہ بنت مسلم بن عقیل۔ بائیں طرف میمونہ بنت حسین اور بیچ میں اسماء زوجہ جعفر طیار ہیں۔

تربت گاہوں سے گزرتے ہوئے چند قدم کے فاصلے ایک کتبے پر حضرت فاطمہ بنت حسین (فاطمہ الصغری) رضی اللہ عنہ کا نام مبارک لکھا ہوا پایا۔آپ امام حسین رضی اللہ عنہ کی بڑی صاحبزادی ہیں اور ام اسحاق بنت

حضرت طلحہ کے بطن سے ہیں۔تاریخ کی کتابوں کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کے آپ اپنے شوہر حضرت حسن بن مثنی بن امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینے میں رہیں اور کربلا تشریف نہ لائی۔

تھوڑی دور ہی قریب قریب نواسی رسول اللہ ﷺ سیدنا علی المرتضی کی نور نظر جگر گوشہ فاطمہ بتول، حضرت ام کلثوم اور سکینہ بنت امام حسین رضی اللہ عنہما کے مزار مبارک ہے۔اول الذکر وہی ام کلثوم رضی اللہ عنہا ہیں جن کا رشتہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ کہتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے طلب کیا تھا کے سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا:

كل نسب و سبب منقطع يوم القيامة الا نسبى و سببى [33]

ترجمہ: " قیامت کے دن ہر ایک سلسلہ نسب ختم ہو جائے گا لیکن میرا سلسلہ نسب منقطع نہیں ہوگا "

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس لئے میری خواہش ہے کہ اس رشتے کے سبب حضور اقدس ﷺ کے ساتھ میرا نسب قائم ہو جائے۔تاکہ قیامت کے دن یہ منقطع نہ ہونے پائے۔

چنانچہ جلیل القدر صحابہ کرام کی موجودگی میں مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہ نے ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔[34]

سیدہ کے بطن سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اولاد نرینہ بیٹا زید اور بیٹی رقیہ پیدا ہوئی۔خدا کی شان کے دونوں ماں اور بیٹے کا انتقال اور جنازہ ایک ساتھ ہوا[35]۔

---

[33]دیکھیں : سنن البیہقی الکبری 64/7
[34]دیکھیں طبقات ابن سعد 462/8
[35]اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ 489/5 دار المعرفہ

آپ رضی اللہ عنہا کا امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کربلا اور پھر دمشق آنا نظر سے نہی گزرا جبکہ آپ کی بھتیجی سکینہ بنت امام حسین رضی اللہ عنہا سفر قافلہ میں شامل تھیں اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر سات سال تھی اور ان کا شام آنا بھی ثابت ہے۔ پر آپ رضی اللہ عنہا کا وصال بھی شام میں مشکوک ہے۔ حضرت سکینہ بنت امام حسین رضی اللہ عنہا واقعہ کربلا کے بعد ایک عرصے تک حیات رہیں۔ آپ کا نکاح مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ واللہ اعلم

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنی زوجہ حضرت رباب والدہ حضرت سکینہ سے بہت محبت رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت سکینہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتی تھیں کہ ایک مرتبہ میرے چاچا امام حسن رضی اللہ عنہ میری والدہ کے معاملے پر میرے والد حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر خفہ ہوئے تو میرے والد نے ان سے کہا :

اعمرک أنّنی لأحبّ دارا

تکون بها سکینة و الرباب

"تمہاری جان کی قسم: میں اس گھر کو بھی محبوب رکھتا ہوں جس میں سکینہ اور رباب ہو"

أحبهما وأبذل جل مالی

ولیس لعاتب عندی عتاب

میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں اور اپنا سارا مال ان پر خرچ کرتا ہوں "

حضرت سکینہ رضی اللہ عنہ کی والدہ نہایت نیک اور صالحہ تھیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد کچھ لوگوں نے آپ کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا تو انہوں نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی بہو بننے کے بعد کسی اور کی بہو بننا نہیں چاہتی .

اہل بیت سکنی

اہل بیت نسبی سے ذرا آگے بڑ ہیں تو اہل بیت سکنی یعنی ازواج مطہرات میں سے حضرت ام سلمہ اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہما کے مزارات بنے ہوئے ہیں۔ یہ وہ ہستیاں تھیں کہ جنھوں نے دن رات ان گھروں میں قیام کیا کہ جن کا تذکرہ وحی خداوندی کی زینت بنا اور اللہ تبارک و تعالی نے ان گھروں کو کچھ یوں یاد کیا:

﴿ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ ﴾

﴿ إِنَّمَا يُرِيدُ ٱللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ ٱلرِّجْسَ أَهْلَ ٱلْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴾
(الأحزاب: ٣٣)

﴿ وَٱذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ ﴾ (الأحزاب: ٣٤)

حضرت ام سلمۃ رضی اللہ عنہا

حضرت ام سلمہ کا اصل اسم گرامی " ہند " تھا۔ نبی پاک ﷺ کے نکاح میں آنے سے پہلے آپ حضور ﷺ کے پھوپھی کے بیٹے اور رضاعی بھائی عبداللہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ جو کے ابو سلمہ کے نام سے ہی مشہور ہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا آغاز نبوت میں ہی اپنے شوہر کیساتھ اسلام لے آئیں تھیں۔ اور کفر و شرک کے فتنوں سے گھبرا کر اپنے دین کو ایمان کے رہزنوں کی دستبرد سے بچانے کے لیے اللہ کی طرف بھاگنے والے پہلے قافلے میں شامل تھیں جو 5 ہجری کو حبشہ روانہ ہوا۔[36]

امام نووی لکھتے ہیں:

[36] دیکھیں الاصابة فی معرفة الصحابة 458/4

هما أوّل من هاجر الى الحبشة

ترجمہ: " دونوں میاں بیوی نے سب سے پہلے حبشہ کو ہجرت کی "

حبشہ میں کچھ زمانے تک قیام کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا مکہ تشریف لے آئی اور پھر مدینے کو ہجرت فرمائی۔ بنو اسد سے جہاد کے دوران 5 ہجری میں آئے ہوئے زخموں سے آپ کے شوہر عبد اللہ بن عبد الاسد رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد نبی پاک ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہا کو اپنے نکاح میں کرلیا اور یوں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا امہات المومنین میں شامل ہو گئیں۔

اگرچہ تمام ازواج مطہرات فضل و کمال اور علمی حیثیت سے بلند مرتبے کی حامل تھی۔ تاہم ام المومنین سیدہ عائشہ اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہما یگانہ و فرزانہ تھیں اس بات کا اندازہ آپ حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ کے اس قول سے لگا سکتے ہیں:

كان ازواج النبى يحفظن من حديث النبى ﷺ كثيرا ولا مثلا لعائشةوام سلمة [37]

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات احادیث نبوی ﷺ کا مخزن تھیں۔ تاہم حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کا ان میں کوئی مقابل و حریف نہ تھا "

آپ رضی اللہ عنہا کی سن وفات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن صحیح قول کے مطابق 62ھ میں ام المومنین حضرت ام سلمۃ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا[38]۔ ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ عمر ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے پائی۔ وصال کے وقت آپ کی عمر 84 سال تھی ۔ حضرت ام سلمۃ سے تین سو اٹھتر حدیثیں مروی ہیں ۔ جن میں سے صحیح بخاری و مسلم میں تیرہ اور باقی دوسری کتب حدیث میں ہیں .

[37]الطبقات الكبرى دار صادر بيروت ديكهيں :
[38] الاصابة فى معرفة الصحابة 327/7

ام امومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

دوسری بی بی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ہیں جو ابو سفیان بن حرب اموی قریش کے مشہور سردار کی بیٹی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں۔ حریم نبوی ﷺ میں آپ رضی اللہ عنہا کی آمد 6 یا 7 ہجری میں ہوئی۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح عبید اللہ بن جحش سے ہوا اور ان ہی کے ساتھ اسلام لائیں اور اپنے شوہر کے ہمراہ حبشہ کو ہجرت کی ۔ حبشہ جانے کے بعد عبید اللہ نے عیسائی مذہب قبول کرلیا ۔ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے بھی مذہب تبدیل کرنے کا کہا لیکن آپ اسلام پر قائم رہیں ۔ حبشہ میں ان کے یہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام حبیبہ رکھا اور اسی کے نام پر کنیت " ام حبیبہ " ہوئی۔

عبید اللہ کے انتقال کے بعد حضور انور ﷺ کو اس مہاجرت کے عالم میں ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بیوہ ہونے کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے ان کے عدت کے دن پورے ہونے پر عمرو بن امیہ ضمری کو نجاشی شاہ حبشہ کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی طرف سے ام حبیبہ کو نکاح کا پیغام دے ۔ اور پھر نجاشی نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا موافقہ پاکر حضرت جعفر بن ابی طالب اور دوسرے مسلمانوں کی موجودگی میں خود نکاح پڑھایا اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے چار سو دینار مہر ادا کیا ۔ اور یوں آپ رضی اللہ عنہا کا شمار امہات المومنین میں ہونے لگا۔

ام امومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا ایک منفرد نوعیت کا حیرت افزا واقعہ جس سے اسلام اور سرور دو عالم ﷺ کے ساتھ والہانہ عقیدت اور محبت آشکار ہوتی ہے۔ اور جو سیدہ رضی اللہ عنہا کے جوش ایمان کا قابل دید منظر بھی ہے پیش گزار ہے :

صلح حدیبیہ کے بعد ام امومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد گرامی قدر ابو سفیان جو ابھی تک حلقہ بگوش اسلام نہیں ہوئے تھے۔ معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کے لیے مدینہ منورہ آئے۔ سرور دو عالم ﷺ سے گفت و شنید ہوئی۔ آپ ﷺ نے ان کی تجاویز مسترد کر دی۔ وہاں سے مایوس ہو کر ابو سفیان اپنی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ملنے ان کے ہاں گئے۔ گھر پہنچ کر جب بستر پر بیٹھنے لگے تو سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فوراً بستر لپیٹ دیا۔ ابو سفیان نے برہم ہو کر کہا بیٹی تم نے یہ کیا کیا؟ بستر کیوں اٹھالیا؟ کیا تم نے بستر کو میرے قابل نہ سمجھا یا مجھے بستر کے قابل نہ سمجھا؟ ام المومنین سیدہ ام حفصہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا:

"یہ بستر رحمت دو عالم ﷺ کا ہے۔ اس پر مشرک کا ناپاک جسم کیسے مس ہونے دیا جائے"

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

مالک کل عزوجل آپ رضی اللہ عنہا کی قبر انور پر رحمتوں اور برکتوں کی بارش فرمائے۔

ام المومنین سیدہ ام حفصہ رضی اللہ عنہا کا انتقال 44ھ کو ہوا بعض مورخین کے نزدیک آپ رضی اللہ عنہا جنت البقیع میں آسودہ خواب ہوئیں۔ امام ذہبی آپ رضی اللہ عنہا کی دمشق میں تدفین کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ويقال قبرها بدمشق وهذا لا شيء بل قبرها بالمدينة[39]

دونوں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہما کے مزارات کی تجدید سلطان عبدالحمید نے کروائی ہے۔ قبر کے گرد شیشے کے تابوت پر ہری چادر رکھی ملی۔

---

[39] دیکھیں سیر اعلام النبلاء 220/2

حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ

یہیں باب الصغیر قبرستان میں اللہ کے رسول ﷺ کے دوسرے موذن حضرت عبد اللہ بن مکتوم رضی اللہ عنہ کی تربت گاہ ہے۔آپ کا شمار مہاجرین اول میں ہوتا ہے۔آپ رضی اللہ عنہ نابینا تھے۔ یہ حضرت خدیجہ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ قرآن پاک کی سورہ عبس کا نزول آپ رضی اللہ عنہ کے سبب ہی ہوا۔ صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ سورہ عبس کے نزول کے بعد حضور اقدس ﷺ حضرت عبد اللہ ابن مکتوم رضی اللہ عنہ کے اعزاز و اکرام کا خاص دھیان فرماتے تھے اور ان کے آنے پر فرمایا کرتے تھے:

مرحبا بمن عاتبنی فیہ ربی

اور ان سے یہ بھی دریافت فرمایا کرتے تھے کہ:

هل لک من حاجة [40]

ترجمہ: ”کیا تمہیں مجھ سے کوئی کام ہے“؟

آپ رضی اللہ عنہ کا اکرام نبی پاک ﷺ یوں بھی فرمایا کرتے تھے کہ جب آپ ﷺ جہاد کو تشریف لے جاتے تو حضرت عبد اللہ ابن مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا خلیفہ بناتے۔اسماء الرجال کی کتابوں میں لکھا ہے کہ نبی پاک ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو ۱۳ مرتبہ خلیفہ بنا کر اپنے پیچھے مدینے میں چھوڑا۔

---

[40] دیکھیں : تفسیر روح المعانی 39 دار احیاء التراث العربی

حضرت عبد اللہ ابن مکتوم رضی اللہ عنہ کو جہاد کا بہت شوق تھا اور یہی شوق آپ کو کشاں کشاں قادسیہ کی جنگ میں لے گیا اور وہیں آپ رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ روضہ ایک کمرے میں ہے جو زیادہ تر بند رہتا ہے۔ شاید اس کمرے کی چابی اوقاف کے پاس ہے۔ روضے کے باہر ایک خاتون جھاڑو لگاتی نظر آتی ہے .

ایک مقام پر لکھا ہے " مقام رؤوس شہدا کربلا" جسکے بارے میں مشہور ہے کہ یہاں قبہ میں ان سولہ شہدائے کربلا کے سر مبارک دفن ہے جو یزید کے پاس ابن زیاد نے بھجوائے تھے۔ ساتھ ہی نام بھی درج ہیں۔ یہ سب وہ حضرات ہیں جن کے فضائل بے حد و بے شمار ہیں۔ یہ سب گلشن نبوت ﷺ کے پھول اور کلیاں ہیں ان کی بارگاہ میں حاضری بڑی سعادت کی بات ہے۔ باادب زائرین یہاں کربلا کے ان عظیم شہیدوں پر سلام عرض کرتے ہیں جن کا مقدس خون شجر اسلام کی تازگی اور ملت اسلام کی کتاب حیات کا عنوان بنا کہ :

شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے

کاتب وحی رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک پر

اسی کے قریب ایک حجرے میں حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک ہے۔ جیسا کہ گزرا آپ رضی اللہ عنہ کی بہن حضور اکرم ﷺ کی زوجیت میں تھیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد 40 ہجری میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خلافت اسلامیہ کی باگ دوڑ سنبھالی اس سے قبل آپ رضی اللہ عنہ اٹھارہ بیس سال سے دمشق کے گورنر کی حیثیت سے فرائض انجام دیتے آرہے تھے۔ خلیفہ بننے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے دارالخلافہ بھی دمشق منتقل کر دیا تھا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں مصر اور دوسرے افریقی ممالک اسلامی سلطنت میں شامل کیے گئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان جلیل القدر صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے لئے کتابت وحی کے فرائض سرانجام دیئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ کی وفات کے بعد آپ کا دور تاریخ اسلام کے ان درخشاں زمانوں میں ہے جس میں اندرونی طور پر امن واطمینان کا دور دورہ تھا اور ملک سے باہر دشمنوں پر اسلام کی دہاک بیٹھی ہوئی تھی۔آپ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بری فوج کے ساتھ ساتھ بحری فوج کو نمایاں ترقی ہوئی ، جہاز سازی کے کارخانے قائم ہوئے ،اندرونی انتظام کے لئے صیغہ پولیس کو بہتر بنایا گیا ، ڈاک کا اس سے پہلے کوئی باقاعدہ انتظام نہ تھا آپ رضی اللہ عنہ نے خبر رسانی اور ڈاک کا مستقل محکمہ قائم کیا ، نئی نہریں جاری کرائیں جس سے زراعت بڑہی ،نئے شہر بسائے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بہت تحمل مزاج تھے ۔جب تک مجبور نہ ہو جاتے سختی نہیں کرتے تھے ۔ قیام عدل کا بہت اہتمام کرتے تھے ۔ہر روز مسجد میں بیٹھ کر لوگوں کی شکایت سنتے ۔ فیاضی میں بہت معروف تھے ۔ امہات المومنین اور صحابہ کرام کی بہت خدمت کرتے تھے ۔ مگر ان سب محاسن کے باوجود حضرت

معاویہ رضی اللہ عنہ کے مخالفین نے ان پر اعتراضات اور الزامات کا کچھ اس طرح سے انبار لگایا ہے کہ تاریخ اسلام کا یہ تابناک زمانہ سبائی پروپیگنڈے کی گرد و غبار میں روپوش ہو کر رہ گیا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک سچے عاشق رسول ﷺ تھے۔آپ کے پاس سرور کائنات ﷺ کے تبرکات مقدسہ محفوظ تھے۔جب آپ رضی اللہ عنہ کا آخری وقت قریب آیا تو آپ نے وصیت فرمائی :

" ان يكفن فی قميص كان رسول الله ﷺ قد كساه اياه وأن يجعل مما يلی جسده"

ترجمہ : مجھے اس قمیص میں کفنایا جائے جو رسول اللہ ﷺ نے انہیں پہنائی تھی۔اور اسے ان کے جسم پر (اس طرح) ڈال دیا جائے (کہ درمیان میں اور کوئی کپڑا حائل نہ ہو)۔

علاوہ ازیں ان کے پاس حضور نبی اکرم ﷺ کے تراشے ہوئے مبارک ناخن تھے۔ انہوں نے وصیت کی کہ ان مبارک ناخنوں کو باریک پیس کر ان کی آنکھوں اور منہ میں ڈال دیا جائے۔ پھر فرمایا میں جیسا کہتا ہوں ایسا ہی کرنا اور باقی معاملہ میرے اور ارحم الراحمین کے درمیان چھوڑ دینا[41]۔

قائین کرام :

یہاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا تبرکات کے معاملہ میں تاکید کرنا شاید ان لوگوں کے لئے درس عبرت ہو جو ہر جگہ عقل کے گھوڑے دوڑاتے ہیں۔ یاد رکھیں عقل کا تو کام ہی بہانے تلاش کرنا اور تنقید کرنا ہے اقبال فرماتے ہیں :

[41] 103/2 تهذيب الاسماء و الغات

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں

عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ

عقل کا تو شیوہ ہی تنقید ہے۔ جبکہ عشق آنکھیں بند سر تسلیم خم کر دیتا ہے۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق

عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

عقل سود و زیاں کے چکر میں پڑی رہتی ہے جبکہ عشق بے خطر آگ میں کود کر اسے گل گلزار میں تبدیل کر دیتا۔ یہی وجہ ہے کہ عشق منزل کو پالیتا ہے اور عقل گرد سفر میں ہو کر رہ جاتی ہے۔

سن 60 ہجری میں جب آپ رضی اللہ عنہ عمر کی اٹھترویں منزل سے گزر رہے تھے تو آپ رضی اللہ عنہ کا دمشق میں انتقال ہوا اور باب الصغیر قبرستان میں تدفین ہوئی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی قبر جامع اموی کے قریب باب الامارہ میں بھی مشہور ہے۔ ابن کثیر باب الصغیر میں قبر کی موجودگی کو ترجیح دیتے ہوئے کہتے ہیں :

ثم دفن فقيل بدار الأمارة وهى الخضراء و قيل بمقابر باب الصغير وعليه الجمهور[42]

[42] دیکھیں : البداية والنهاية 179/8

افراط و تفریط

حضرت امیر معاویۃ رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے تو معلوم ہوا کہ شیعہ حضرات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک پر آکر گستاخانہ حرکتیں کرتیں ہیں۔ لہٰذا حکومت نے حجرے کے گرد لوہے کی جالی لگوادی۔

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ کچھ لوگوں نے " رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ " اور " اصحابی کالنجوم " اور " اللھمّ املاہ علماً " جیسی نصوص کو پس پشت ڈال کر ایک طرف یزید کی تائید و حمایت اور یزید نوازی کا نام لیکر حضرت علی کرم اللہ وجہ اور ان کی اولاد بلکہ پورے بنی ہاشم کو ہدف تنقید بناڈالا۔ اور اس میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ادب و احترام تو کیا اسلام کے عادلانہ اور حکیمانہ ضابطہ تنقید کی ساری حدود و قیود کو توڑ ڈالا۔ اس کے بالمقابل بعض حضرات نے حضرت معاویہ۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھیوں پر جرح و تنقید سے کام لیا۔

اس کے بر عکس صحابہ کرام رضون اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں ہم اہل سنت والجماعت کا اجمالی عقیدہ یہ ہے کہ زمین و آسمان کی نگاہوں نے حضرات انبیائے کرام کے بعد ان سے زیادہ مقدس اور پاکیزہ انسان نہیں دیکھے۔ حق و صداقت کے اس مقدس قافلے کا ہر فرد اتنا بلند کردار اور نفسانیت سے اس قدر دور تھا کے انسانیت کی تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔ اور اگر کبھی کسی سے کوئی لغزش ہوئی بھی تو اللہ تعالی نے اسے معاف فرما کر ان کے جنتی ہونے کا اعلان فرمادیا ہے۔ رہ گئی یہ بات کے ان کے باہمی اختلافات میں کون حق پر تھا؟ سو اس قسم کے سوالات کا واضح جواب قرآن کے الفاظ میں یہ ہے :

﴿ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾

(البقرۃ:١٣٤)

ترجمہ کنزالایمان : "یہ ایک امت ہے کہ گزر چکی ان کے لئے ہے جو انہوں نے کمایا اور تمہارے لئے ہے جو تم کماؤ اور ان کے کاموں کی تم سے پرسش نہ ہو گی "

یہاں اعلی حضرت فاضل بریلوی ﷫ کے چند اشعار پیش کرنا مناسب معلوم ہوتے ہیں جن میں امام اہل سنت فاضل بریلوی نے مسلک حق اہل سنت والجماعت کی نفیس ترجمانی فرمائی ہے۔

در منثور قرآن کی سلک بہی　　زوج دونور عفت پہ لاکھوں سلام

مرتضی شیر حق اشجع الاشجعین　　ساقی شیر و شربت پہ لاکھوں سلام

اولین دافع اہل ورفض و خروج　　چارمی رکن وملت پہ لاکھوں سلام

ماحی رفض و تفضیل و بصب و خروج　　حامی دین وسنت پہ لاکھوں سلام[43]

حافظ ابن عساکر ﷫

باب الصغیر قبرستان کیساتھ چلنے والی سڑک کے بیچوں بیچ حافظ ابن عساکر ﷫ کا مزار شریف ہے ۔تاریخ کی کتابوں کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ آپ کو باب الصغیر میں دفن کیا گیا۔مگر اس وقت آپ ﷫ کا مزار تمام مزاروں سے ہٹ کر سڑک کے بیچ میں ہے۔آپ ﷫ کا مزار سڑکوں کے بیچ میں دائرہ نما پارک کا منظر پیش کرتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جدید تعمیرات کے دوران حکومت نے آپ ﷫ کی قبر بھی باب

[43]حدائق بخشش مدینہ پلشنگ کمپنی کراچی

الصغیر کے احاطہ میں دفن کرنی چاہی ہوگی مگر کسی سبب سے کامیابی نہ ملی تو قبر مبارک کو اسی حالت میں چھوڑ کر سائیڈ سے سڑک نکال دی۔

ابو القاسم علی بن حسین بن ہبۃ اللہ الدمشقی المعروف ابن عساکر بہت بڑے محدث و مورخ اور عظیم مصنف تھے۔ حفظ و اتقان میں ان کی کوئی مثال نہی ملتی۔ معاصرین نے انکے فضل و کمال کا کھل کر اعتراف کیا ہے۔ اور بعد کے تذکرہ نگاروں نے بلند الفاظ میں تذکرہ کیا ہے۔ فن حدیث ،تاریخ ، تجوید اور قرآت کا یہ شہسوار کثرت عبادت ، خشیت و انابت اور زہد و قناعت میں بھی بے نظیر تھا۔ معاصرین نے شہادت دی کہ چالیس سال علاوہ عذر کے ان کی جماعت اور صف اول نہ چھوٹی۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں کسی کی کبھی پروانہ کی۔ دنیا سے دور اور عہدہ و منصب سے نفور یہ شخص کثرت مشائخ میں بھی اپنا نظیر نہ رکھتا تھا۔ آپ ؒ کے مشائخ کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز ہے جن میں مرد و خواتین دونوں شامل ہے۔ ستر جلدوں میں "تاریخ دمشق" لکھ کر آپؒ نے ایک لافانی کارنامہ سرانجام دیا ۔اور نہ صرف دمشق بلکہ علمی دنیا پر احسان عظیم کیا جس کو کبھی بھلایا نہیں جاسکتا اس کے علاوہ آپؒ کی کتابوں کی تعداد ساٹھ سے زیادہ ہے.

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ

حضور اکرم ﷺ کے ایک اور صحابی حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک بھی مقبرہ باب الصغیر میں آپ کی زوجہ کے ساتھ زیارت گاہ عام ہے۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بہت عابد و زاہد۔ روزہ دار و شب بیدار صحابی تھے ۔ طبیعت مبارک میں دنیا سے بے رغبتی۔ زیب و زینت سے کنارہ کشی کھانے پینے اور پہننے میں سادگی میں آپ رضی اللہ عنہ کی مثال دی جاتی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے زہد پر محدثین نے کتب حدیث میں باب اور علماء نے آپ رضی اللہ عنہ کی ارشادات و نصائح پر مبنی کتابیں لکھی ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کا اصل نام مبارک عویمر بن عامر انصاری خزرجی ہے۔ درداء آپ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کا نام ہے [44]۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آپ کے بھائی تھے, آپ رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کا وعدہ خود اللہ رب العزت نے اپنے محبوب تاجدار رسالت ﷺ سے فرمایا تھا اور آپ مسلمان ہو گئے۔ اسلام لانے سے پہلے آپ رضی اللہ عنہ تجارت کیا کرتے تھے مگر اسلام لانے کے بعد شوق عبادت میں آپ نے تجارت کو خیر آباد کہ دیا۔ چنانچہ آپ سے مروی ہے:

" جب سرکار ﷺ کی بعثت ہوئی اس وقت میں تجارت کیا کرتا تھا۔ میں نے کوشش کی کہ میری تجارت بھی باقی رہے اور میں عبادت بھی کرتا رہوں لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ اور باالآخر میں تجارت کو چھوڑ کر عبادت میں مشغول ہو گیا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں ابو درداء کی جان ہے۔ اگر مسجد کے دروازے پر میری دکان ہو اور اس سے روزانہ چالیس دینار کما کر اللہ کی راہ میں صدقہ کروں اور میری نمازوں میں بھی خلل واقع نہ ہو تو پھر بھی میں تجارت کرنا پسند نہیں کروں گا۔ کسی نے عرض کی: اے ابو درداء رضی اللہ عنہ آپ تجارت کو اس قدر ناپسند کیوں جانتے ہو؟ فرمایا: حساب کی شدت کے خوف کی وجہ سے " [45]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت ابو درداء شام تشریف لے آئے تھے۔ دمشق میں آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگ ناز و نعم کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور آسائش و آرام کے دلدادہ ہیں۔ آپ اہل شام کے انداز زندگی کو دیکھ کر انھیں خوب نصیحتیں فرماتے اور آخرت کی یاد دلاتے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دنیا

[44] دیکھیں: مرآۃ المناجیح 8/ 548 مفتی احمد یار خان نعیمی 1391 ضیاءالقرآن

[45] دیکھیں: تاریخ دمشق

سے بے رغبتی پر مبنی مبارک فرمودات مسلمانوں کے لئے مشعل راہ ہے۔مؤرخین کے مطابق حضرت ابو درداء کا وصال سن 32 ہجری میں دمشق میں ہوا۔[46]

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی آپ کی زوجہ مبارکہ حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک ہے۔ آپ نہایت ہی وفاء شعار بیوی تھی کہ جب حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو نکاح کا پیغام بھجوایا تو آپ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا:

"اللہ کی قسم: میں (ابو درداء رضی اللہ عنہ کے بعد) دنیا میں کسی سے شادی نہیں کرونگی۔اللہ نے چاہا تو جنت میں (حضرت) ابو درداء (رضی اللہ عنہ) کی زوجیت میں ہی رہونگی"[47]

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ

صاحب درمختار حضرت علامہ علاء الدین الحصکفی کے پہلوں میں خاتم الفقہاء علامہ سید محمد امین عابدین بن عمر عابدین الحسینی المعروف بعلامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ آرام فرمارہے ہیں۔مذہب حنفی کا یہ مشہور امام 1198 ہجری میں دمشق میں پیدا ہوا۔بہت ہی کم عمری میں آپ نے قرآن کریم حفظ کرلیا تھا۔بعد ازا علامہ الدہر امام العصر سید محمد شاکر سالمی الحنفی کی شاگردی اختیار کی اور ان سے تمام علوم عقلیہ ونقلیہ، تفسیر وحدیث اور فقہ حنفی کو حاصل کیا۔ یہاں تک کے اپنے استاذ کی زندگی ہی میں آپکی علمی استعداد کی شہرت ہوگی۔ دوران طالب علمی آپ نے بعض کتابوں کی شروحات بھی لکھیں۔ شرح منار اسی زمانہ کی یادگار ہے۔

---

[46] دیکھیں : مراۃ المناجیح 548/8

[47] دیکھں : صفوۃ الصفوۃ 325/1 ابوالفرج ابن جوزی دارالکتب العلمیہ

آپ ﷺ اپنے زمانے کے مسلم مفتی اعظم تھے۔اطراف عالم میں جو بھی نیا مسئلہ وجود پزیر ہوتا تو دیگر علماء واکابر مفتیان عظام کے ساتھ اس کے متعلق آپ سے بھی استفتاء کیا جاتا۔آپ کے فتوی کی اہمیت اتنی زیادہ تھی کہ اگر کوئی قاضی غلط فیصلہ کردیتااور مظلوم علامہ شامی کا فتوی اپنے حق میں لے جاتا تو قاضی کواپنا فیصلہ بدلنا پڑتا۔

آپ ﷺ نے اپنے بعد لائق شاگردوں کی ایک جماعت کے علاوہ مفید اور قیمتی تالیف کا ذخیرہ بھی چھوڑا ہے جو آپ کے لیے عظیم الشان صدقہ جاریہ ہے۔ ان تالیفات میں سب سے زیادہ مقبول اور متداول کتاب ''ردالمحتار حاشیہ درالمختار '' ہے۔جو اس وقت پورے عالم میں فقہ حنفی کی سب سے جامع اور مستند کتاب سمجھی جاتی ہے۔اور جس کی قبولیت عند اللہ اظھر من الشّمس ہے۔ بلا شبہ یہ آپ کے کامل اخلاص کی کھلی ہوئی نشانی ہے۔آج کوئی بھی حنفی اس کتاب سے مستغنی نہیں۔اسی طرح ''شرح عقود رسم المفتی '' بھی نہایت مشہور و مقبول کتاب ہے ۔آپ کے دیگر رسائل کی تفصیلات اور شاگردوں کے اسمائے گرامی ردالمحتار کے تکملہ ''قرۃ عیون الاخیار ''میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

21 ربیع الثانی 1252 ہجری کو صرف 54 سال کی عمر میں علم و عمل اور فقہ وافتاء کا یہ آفتاب دمشق میں غروب ہوگیا۔وفات سے 20 دن قبل علامہ موصوف نے خود اپنی قبر کی جگہ علامہ علاء الدین الحصکفی کے پہلوں میں اختیار فرمائی۔آپ ﷺ کے جنازہ میں اتنا مجمع تھا جس کی نظیر نہیں ملتی.

الشیخ بدر الدین الحسنی رحمۃ اللہ علیہ

باب الصغیر قبرستان سے چند قدم آگے بڑھتے ہی ایک خوبصورت عمارت نظر آتی ہے۔ جس میں الشیخ بدر الدین الحسنی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک زیارت گاہ خاص و عام بنا ہوا ہے۔ یہاں لوگ جوق در جوق اس حافظ صحیحین کی زیارت کو حاضر ہوتے ہیں جو قرون اولی کی یادگار تھا۔ شام کے آسمانِ علم و دانش سے طلوع ہونے والا یہ آفتاب اپنی دامن میں کتنے چاند سمیٹے ہوئے تھا یہ تو اصحاب علم و فن پر عیاں ہی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بیسویں صدی کے ابتدائی دور میں اہل شام کے سب سے بڑے علمی و دینی پیشواں سمجھے جاتے تھے۔ آپ ایسی متبع شریعت و متبع سنت۔ پاک باطن و پاک نظر شخصیت تھے کہ آج تک دمشق کے علمی حلقے آپ کے ذکر سے خالی نہیں ہوتے۔ ہزاروں احادیث اور علمی متون کے اشعار آپ کے نوک زبان تھے۔ آپ کے شاگردوں میں دسیوں مشائخ کے نام ملتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک صاحبزادے الشیخ تاج الدین بن بدر الدین الحسنی رحمۃ اللہ علیہ نے فاضل بریلوی کی کتاب "الدولۃ المکیۃ" پر تقریظ لکھی تھی۔ "المحدث الاکبر" کے نام سے مشہور یہ مینارہ علم 1935ء کو اپنے خالق حقیقی سے جاملا۔

معہد الشیخ بدر الدین الحسنی رحمۃ اللہ علیہ

مزار مبارک کے ساتھ ہی محدث شام الشیخ بدر الدین الحسنی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے منسوب یہ دینی ادارہ ایک زمانے سے قرآن و حدیث کی خدمت انجام دیتا رہا اور دنیا بھر سے آئے ہوئے تشنگان علم کی پیاس بجھاتا رہا ہے۔ ملک شام میں علوم دینیہ کا یہ وہ عظیم مرکز ہے کہ جس نے ہزارو علماء و فضلاء، فقیہ و ادیب،

قاضی و مفتی ، زہاد و اتقیاء اور مبلغین اسلام کی جماعتیں تیار کرکے ہر لمحہ دین کی حفاظت و اشاعت میں نمایا حصہ لیا ہے ۔ یہ مرکز علم و حکمت اس مادی دنیا میں ایک ایسا روشن مینار ہے جس کی شعائیں اکناف عالم میں پھیل رہی ہے یہ بات قابل ذکر رہے کہ 2008ء سے وزارت اوقاف سوریا نے اس معہد کو اپنے زیر انتظام لیتے ہوئے اس کی سابقہ حیثیت ختم کردی اور معہد کا نام " معہد الدولی " رکھ دیا ہے۔ چار سالہ نصاب تعلیم میں علوم عقلیہ و نقلیہ کے ساتھ ساتھ فقہ حنفی و شافعی الگ الگ پڑہائی جاتی ہے ۔ طلباء کی پڑھائی و رہائش کے تمام اخراجات ادارہ معہد کے ذمہ ہے۔ پاکستان کے بھی چند طالب علم ساتھی یہاں زیر تعلیم ہے .

ان حضرات صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار و اولیاء عظام کے اسمائے گرامی جو باب الصغیر قبرستان میں آرام فرمارہے ہیں یا ان سے جگہ منسوب ہے۔اور جنکے بارے میں ناچیز خوف طوالت کے سبب نہ لکھ سکا :

☆ حضرت اوس بن اوس الثقفی رضی اللہ عنہما

☆ حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہما

☆ حضرت عبداللہ بن امام زین العابدین رضی اللہ عنہما

☆ حضرت محمد بن عمر بن علی طالب رضی اللہ عنہما

☆ سیدۃ میمونہ جاریہ رسول اللہ ﷺ

☆ حضرت ابان بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما

☆ سیدۃ فضہ جاریہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

☆ حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہا

☆ حضرت فضالہ بن عبید الصحابی رضی اللہ عنہا

☆ امام ابن القیم

آخر میں ناچیز اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ باب الصغیر قبرستان کی زیارتوں کے روح پرور۔ طمانیت بخش۔ اور وجد آور ساعتوں کو الفاظ کی تنگ نائیوں میں قید کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی قلم و قرطاس ان کیف آگہیں لمحات کو بیان کرنے کی سکت رکھتے ہیں پر ؎

حقیقت میں وہی سرمایہ عمر گرامی ہے

جو لمحات حسین ہم ان کی محفل میں گزار آئے

اور بارگاہ صمدیت میں دعا ہے کے وہ اپنے حبیب ﷺ کے توسّل و تصدق سے ان نور کے آستانوں کو تا ابدالا باد قائم و دائم رکھے اور ان نفوس قدسیہ کے فیض و برکات سے ہم غلاموں کو مستفید فرمائے .

شبیہ جبرائیل حضرت دحیہ کلبی ﷺ کے مزار پر

اللہ تبارک و تعالی کے دین کی خدمت میں اصحاب رسول اللہ ﷺ کی خدمات ہر عاقل و بالغ پر عیاں ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہی پیش کردہ قربانیوں کے سبب آج دین اسلام کا یہ چمنستان سرسبز وشاداب ہے۔ ان نفوس قدسیہ میں سے ایک حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ بھی ہیں جو دمشق کے علاقے "مزہ" میں آرام فرمارہے ہیں[48]۔ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نہایت ہی خوبصورت صحابی رسول تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے حسن کی مثالیں دی جاتی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شکل مبارکہ میں حضرت جبرائیل امین وحی لے کر آنحضرت محمد ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا کرتے تھے۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما : كان جبرائيل يأتى النّبى ﷺ فى صورة دحيه الكلبى[49]

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ سرکار ﷺ کی بارگاہ میں شام کے میوہ جات ہدیۃً پیش کیا کرتے تھے۔ آپ کو سرکار ﷺ نے اپنا سفیر بنا کر اسلام کا پیغام دیکر قیصر روم کی دربار میں بھیجا تھا۔ حضرت امیر معاویہ کے دور حکومت تک آپ رضی اللہ عنہ زندہ رہے اور زندگی کے آخری ایام اسی جگہ گزارے۔ تاریخ کی کتابوں میں جس " مزہ" کو دمشق سے قریب ایک قصبہ لکھا گیا ہے اب وہ "مزہ" دمشق کا حصہ اور اس کے مہنگے علاقوں میں شمار کیا جاتا ہے جس کے فلیٹ اور بنگلورز لاکھوں ڈالرز میں فروخت ہوتے ہیں۔ مزار مبارک قبرستان کے ایک حجرے میں واقع ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے روضے پر ایک عجیب قسم کی روحانیت کا احساس ہوتا ہے۔ دیوار پر کسی عاشق نے آپ رضی اللہ عنہ کی سوانح حیات ایک کتبے پر لکھ کر لگادی ہے۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے　　حشر میں شان کریمی ناز برداری کرے

---

[48] دیکھیں : معجم البلدان یاقوت الحموی۲۲۱/۵دار الفکر بیروت

[49] الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ 582/2 دار جیل بیروت

الشیخ ابو الہدی یعقوبی کے درس میں

سکونت شام کے دوران اور جامعہ میں تعلیمی معاملات میں استمرار آنے کے بعد یہاں کی مساجد میں ہونے والے دورس کی یاد آنے لگی ۔ جس کے چرچے پاکستان میں بھی سنتے رہتے تھے ۔ لہٰذا شیخ اکبر محی الدین ابن عربی ﷫ کی مسجد میں ہر جمعہ بعد نماز مغرب ہونے والے رسالہ قشیرہ کے درس میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی ۔ حضرت الشیخ ابو الہدی یعقوبی صاحب رسالہ قشیرہ کا درس دیتیں ہے ۔ ماشاء اللہ آپ کا طریقہ درس دیکھ کر دل باغ باغ ہو جاتا ہے ۔ فضیلہ الشیخ ابو الہدی یعقوبی صاحب علامہ ابن علامہ ہیں ۔ موصوف کو علوم و فنون میں جامعیت و مہارت ۔ تصوف و طریقت اور باطنی و روحانی امور پر عبور ۔ ذکاوت و فطانت ۔ نکتہ سنجی اور دقیقہ رسی میں اپنی نظیر آپ پایا ۔ آپ درس میں جہاں علم تصوف کی اہمیت اور ضرورت پر روشنی ڈالتے ہیں ۔ وہیں بڑی شدت کے ساتھ اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں کے شریعت مطہرہ کی پاسداری کے بغیر تصوف و طریقت کی کوئی وقعت نہیں ۔ آپ اپنی محفلوں میں کھل کر وہابیہ کا رد کرتے ہیں ۔ ایک جم غفیر آپ کے درس سے مستفید ہوتا ہے ۔ جن میں ایک بڑی تعداد یہاں دنیا بھر سے آئے ہوئے طالب علموں کی ہوتی ہے ۔ آپ english زبان پر مکمل عبور رکھنے کے سبب آئے دن یورپ و امریکہ کے تبلیغی دوروں پر تشریف لے جاتے ہیں uk , انگلینڈ میں بسنے والے بہت سے پاکستانی و ہندوستانی مسلمان آپ کے مرید ہیں .

کتاب رسالہ قشیریہ

یہاں میں قارئین کو اس کتاب " رسالہ قشیریہ " کے بارے میں بھی کچھ بتاتا چلوں کہ الشیخ عبد الکریم بن ہوازن قشیری رحمۃ اللہ علیہ (465ھ) کی اس کتاب کو علم تزکیہ و تصوف میں خصوصی اہمیت حاصل ہے ۔ اس نہایت متبرک اور شہرہ آفاق تصنیف کے بارے میں امام سبکی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ کچھ اس طرح رقم طراز ہیں :

الرسالۃ المشھورۃ المبارکۃ التی قیل : ماتکون فی بیت وینکب..[50]

یعنی: " یہ مشہور و مبارک رسالہ جس گھر میں موجود ہو ۔ وہاں کوئی آفت نہیں آتی "

علمی حلقوں نے اس رسالہ کو ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔اس کتاب میں صوفیاء کے زھد و تقوی ، خاموشی ، رجاء ، خوف ، حزن ، مخالفت نفس ، استقامت ، اخلاص ، صدق ، ولایت ، معرفت الہی ، کرامات اولیاء اور اصطلاحات تصوف پر سیر حاصل گفتگوں کی گئی ہے ۔ الغرض یہ کتاب شریعت کے پند و نصائح کے مجموعے کا نام ہے۔

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ اس کتاب کا سبب تصنیف کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ : جب آپ نے یہ محسوس کیا کہ صوفیاء حقیقین کے جانے کے بعد جعلی صوفیوں نے شریعت کی پیروی کے بجائے اس کی خلاف ورزی شروع کردی ۔ تزکیہ و طہارت روح سے رشتہ توڑ کر نفسانیت سے رشتہ جوڑ لیا ۔ اس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ضروری سمجھا کہ ایسا رسالہ پیش کیا جائے جس میں صوفیاء حقیقین کی تاب ناک سیر توں ان کے عقائد، اخلاق ، زہد و تقوی کا ذکر خیر ہو ۔ اور لوگ ان سے درس حاصل کریں .

---

[50] دیکھیں : طبقات الشافعیہ 155/3

جبل قاسیون پر

ملک شام کے گوشے گوشے اور شہر دمشق کے کوچے کوچے سے اسلامی تاریخ وابستہ ہے۔ حضرت آدم اور اولاد آدم علیہ السلام سے نبی آخر الزمان ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب تک سینکڑوں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء عظام کی قدم بوسی کا جس زمین کو شرف حاصل ہو بھلا وہ زمین مبارک اور قابل احترام کیوں نہ ہو گی؟؟ اس قطعہ زمین کا ایک مبارک حصہ جبل قاسیون بھی ہے۔ دمشق کے شمال اور سطح سمندر سے 1155 میٹر کی اونچائی پر واقع اس پہاڑ کو "جبل اربعین" بھی کہا جاتا ہے۔ اس پہاڑ کی عظمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ صالحین کی ایک جماعت اس پہاڑ پر جوتوں کے بغیر چلا کرتی تھی۔[51]

کہا جاتا ہے کہ دنیا کا سب سے پہلا قتل بھی اسی پہاڑ پر ہوا کہ جب قابیل نے حضرت ہابیل کو قتل کیا۔[52] پہاڑ کی چوٹی پر واقع "مقام اربعین" کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہاں اللہ تبارک و تعالی کے وہ چالیس نیک ابدال جمع ہوا کرتے تھے کہ جن کے بارے میں نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الأبدال بالشّام وهم أربعون رجلا

" شام میں چالیس ابدال ہوں گے "

سبحان اللہ : اس جگہ کی عظمت کے بھی کیا کہنے کہ جہاں اللہ تبارک و تعالی کے یہ بر گزیدہ بندے جمع ہوتے تھے اور لوگوں سے چھپ کر پہاڑ کی چوٹی پر اپنے پروردگار عزوجل کی عبادت کیا کرتے تھے۔ ان ابدالوں کے بارے میں سرورکائنات ﷺ نے یوں ارشاد فرمایا:

يُسْقى بهم الغيث وينتصر بهم على الأعداء ويصرف عن أهل الشّام بهم العذاب [53]

---

[51] دیکھیں : منهنج التجديد والاصلاح 26 محمد حبش دار العصماء دمشق

[52] جبل قاسيون والرجال الاربعون ٢١ سليم فهد مطبع جوہر الشام

یعنی: " اللہ تعالیٰ ان ابدالوں کے وسیلے سے اہل شام پر بارش برساتا ہے۔ انہیں کی برکت سے دشمنوں پر نصرت دیتا اور ان سے عذاب کو ٹالتا ہے"

خالق کی ان خدا مست ہستیوں کے آستانے پر پہنچنے کے لیے ایک مخصوص مقام تک گاڑی میں سفر اور پھر تقریبا 500 سیڑھیاں چڑھنی پڑتی ہیں۔ یہ سیڑھیاں کچھ زمانے پہلے تک ناپید تھی حال ہی میں حکومت نے لگوائی ہیں۔ مقام اربعین سے شام کے وقت اگر دمشق شہر کا نظارہ کیا جائے تو ایک بہت ہی حسین منظر آپ کا منتظر ہوتا ہے۔ بجلی کی روشنی سے پورا دمشق جگ مگ کر رہا ہوتا ہے۔ جیسے سونے کے قمقمے لٹک رہے ہوں۔ بیچ بیچ میں مسجدوں کے بلند و بالا منارے اور اس پر چمکتی اور دمکتی ہوئی ہری روشنی خاصی دلکشی پیدا کر دیتی ہے۔ یہاں سے شہر کا جغرافیائی منظر سمجھنے میں کافی مدد ملتی ہے۔ اب اس پہاڑ پر بھی آبادی ہو گئی ہے۔ لوگوں نے جس میں ایک خاصی تعداد دوسرے ملکوں کے آئے ہوئے مہاجرین کی ہے یہاں بھی جنگل میں منگل کا سماء کر دیا ہے .

حضرت ذوالکفل علیہ السلام

حضرت ذوالکفل علیہ السلام کی قبر جبل قاسیون کے ایک مقبرے میں ہے۔ جو کہ " مقبرۃ نبی اللہ ذوالکفل " کے نام سے جانا جاتا ہے[54]۔ یاد رہے کہ حضرت ذوالکفل علیہ السلام کی نبوت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض ارباب سیر و اخبار کہتے ہیں کہ اللہ جل جلالہ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے ان میں سے تین سو تیرہ

---

[53]دیکھیں : مسند امام احمد بن حنبل 112/1 مؤسسہ قرطبہ مصر

[54]دیکھیں : النبوۃ والانبیاء محمد علی صابونی مکتبۃ الغزالی دمشق

مرسل تھے انہی میں حضرت ذوالکفل بھی تھے۔آپ حضرت ایوب علیہ السلام کے بیٹے تھے اور ان کے بعد مبعوث ہوئے۔ جبکہ بعض کے نزدیک آپ مرد صالح تھے۔

امام ابن کثیر آپ کے نبی ہونے کی روایت کو ترجیح دیتے ہوئے کہتے ہیں: چونکہ اللہ تعالی نے آپ کو حضرات انبیائے کرام کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَإِسۡمَٰعِيلَ وَإِدۡرِيسَ وَذَا ٱلۡكِفۡلِۖ كُلّٞ مِّنَ ٱلصَّٰبِرِينَ ﴾ (الأنبياء:٨٥)

ترجمہ: "اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو (یاد کرو) وہ سب صبر والے تھے"۔

لہٰذا آپ بھی نبی ہیں اور یہ ہی مشہور ہے[55]۔ آپ کا نام بشر تھا۔ سوائے دینی معاملات کے آپ نے کبھی غصہ نہ کیا۔ قرآن پاک میں حق تعالی آپ کا ذکر یوں فرماتا ہے:

﴿ وَٱذۡكُرۡ إِسۡمَٰعِيلَ وَٱلۡيَسَعَ وَذَا ٱلۡكِفۡلِۖ وَكُلّٞ مِّنَ ٱلۡأَخۡيَارِ ﴾ (ص: ٤٨)

ترجمہ: " اور یاد کرو اسماعیل اور یسع اور ذوالکفل اور سب اچھے ہیں "

اس آیت کی تفسیر میں حضرت صدرالافضل علامہ نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: یعنی ان کے فضائل اور ان کے صبر کو (یاد کرو) تاکہ ان کی پاک خصلتوں سے لوگ نیکیوں کا ذوق و شوق حاصل کریں.

[55] البدایہ والنہایہ 227/1

امام ابن مالک رحمۃ اللہ علیہ

جبل قاسیون کے ایک اور مقبرے میں اپنے زمانے کے سب سے مشہور امام نحو۔ ابو عبد اللہ محمد جمال الدین بن مالک الطائی المعروف ابن مالک رحمۃ اللہ علیہ آرام فرمارہے ہیں۔ ان کی کتاب " الفیہ ابن مالک " فن نحو کی سب سے مشہور کتاب ہے۔ اس کتاب کا عرب ممالک میں وہی مقام ہے جو شرح ملا جامی کا برصغیر پاک و ہند میں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں ایک ہزار صرف و نحو کے ابیات جمع کیے ہیں۔ بڑے بڑے ماہرین نحو نے اس کتاب کی شروحات لکھی۔ ان میں سب سے مشہور " شرح ابن عقیل " ہے۔ امام ابن مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اندلس کے ایک علمی گھرانے میں سن 600 ہجری میں آنکھ کھولی۔ ملکی حالات کے پیش نظر دمشق ہجرت فرمائی اور پھر یہیں دمشق میں سن 672 ہجری میں اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ جامع اموی میں آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور جبل قاسیون میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تدفین ہوئی[56] .

شیخ الحنابلۃ رحمۃ اللہ علیہ

جبل قاسیون پر چمکنے والے ستاروں میں ایک " حضرت احمد بن قدامۃ المقدسی الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ " بھی ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جبل قاسیون میں شیخ الحنابلہ اور قاض القضاۃ کے عہدہ پر فائز رہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف میں آپ کی ایک تصنیف ہی کافی ہے جسے دنیا " مغنی " کے نام سے جانتی ہے اور جو فقہ حنبلی کا مرجع تصور کی جاتی ہے ۔ یہ کتاب اگرچہ بنیادی طور پر فقہ حنبلی کی نمائندگی کرتی ہے لیکن بعض مسائل میں نہ صرف باقی تین مسالک (حنفی۔ مالکی۔ شافعی) کا نقطہ نظر بھی بیان کرتی ہے بلکہ دوسرے غیر صاحب مسلک فقہاء کی آراء اور ان کے اقوال و فتاوی کا بھی اس میں کافی ذخیرہ مل جاتا ہے۔ یہ بلاشبہ ایک بلند رتبہ کتاب ہے

[56] دیکھیں : غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء لابن الجزری

۔آپ ﷫نے مسجد حنابلۃ کی بنیاد رکھی جو آج تک علم و فن کا گہوارہ مانی جاتی ہے۔ اس مسجد میں وقتاً فوقتاً مجالس حدیث کاانعقاد ہوتا ہے جس میں محدثین کرام طلباء کو اجازات سے نوازتے ہیں۔ سن 651 ہجری میں حضرت احمد بن قدامۃ المقدسی الحنبلی ﷫ کی پیدائش ہوئی اور 689 ہجری میں وفات ۔ اور جبل قاسیون میں تدفین ہوئی[57] ۔

مؤلف زیارات الشام نے احمد بن قدامۃالمقدسی ﷫ کو صاحب کرامات واحوال کے نام سے یاد کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"آپ﷫کی قبر کے پاس دعاء قبول ہوتی ہے "[58]

حضرت شیخ خالد کردی﷫کامزار

حضرت شیخ خالد کردی ﷫کا مزار مبارک بھی جبل قاسیون پر ہی واقع ہے۔آپ ﷫ ان نفوس قدسیہ میں سے ہیں جن کے ذکر خیر کے بغیر جبل قاسیون کی تاریخ مکمل نہیں ہوتی اور جو اپنے وقت کے ولی کامل اور قطب عصر تھے ۔آپ﷫ نے عراق کے صوبے کردستان کے ایک گاؤ" قرہ داغ" میں سن 1190 ہجری کو آنکھ کھولی ۔ طلب علم کے لئے آپ کا طریقہ کار وہی رہا جو زمانہ قدیم سے علماء کا رہا ہے ۔ لہٰذا آپ نے اربیل، سلیمانیہ ،بغداد اور ایران کے مختلف شہروں کا سفر حصول علم کے لئے کیااور ان شہروں کے اکابر علماء سے فیض حاصل کیا۔ان کی علمی ۔ عملی اور روحانی خصوصیات کو اپنے اندر جذب فرمایا ۔ کسب فیض کے بعد اپنے علاقے میں تدریس علم اور خدمت خلق میں مشغول ہوئے۔

[57] دیکھیں : طبقات الحنابلۃ لابن رجب
[58] زیارات الشام 110

تھوڑے عرصے بعد پیر کامل کی طلب ہوئی تو براستہ ایران ہند کا سفر فرمایا اور حضرت عبد اللہ دھلوی کے ہاتھ پر بیعت فرمائی۔آپ ﷫ کے شیخ نے آپ کو پانچ سلسلوں نقشبندیہ۔ قادریہ۔ چشتیہ۔ سہروردیہ۔ کبرویہ۔ میں خلافت اور تفسیر۔ حدیث۔ تصوف۔ اوراد و احزاب میں اجازت عطاء فرمائی۔ ہند سے لوٹنے کے بعد آپ ﷫ کو بہت سے نامساعد حالات کا سامنا کرنا پڑا جن میں سے حاسدین کی حاکم وقت کو آپ کے بارے میں بھڑکانا اور جھوٹیں شکایتیں لگانا ہے۔ مگر آپ﷫ نے اپنے اخلاص۔ تدبر۔ تحمل اور اعتدال فکر و عمل کے ذریعہ ان مشکل حالات پر قابو پاکر خلق کی ظاہری و باطنی ترقی کے لئے ہمہ جہتی کوششیں فرمائیں۔

سن 1242ھ کو یہ چراغ سحری عالم اسلام کو عامۃ اور اپنے طلاب و مریدین کو خاصۃ داغ مفارقت دے گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کے درجات میں بلندی عطا فرمائیں۔ یاد رہے کہ ملک شام و ترکی کے طول و عرض میں پھیلا سلسلہ نقشبندیہ حضرت شیخ خالد کردی﷫ کی خدمات جلیلہ کا نتیجہ ہے .

ربوۃ

جبل قاسیون کے غربی جانب مقام " ربوۃ" ہے اس کے بارے میں بہت سے مفسرین نے حضرت عائشہ۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس۔ حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہم سے روایت نقل کی ہے کہ قرآن پاک کی اس آیت :

﴿ وَجَعَلْنَا ٱبْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُۥٓ ءَايَةً وَءَاوَيْنَٰهُمَآ إِلَىٰ رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ ﴾ (المؤمنون:٥٠)

میں " ربوۃ" سے مراد یہی جگہ ہے کہ جہاں حضرت مریم علیہا السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یہودیوں کے ظلم کے خوف سے تشریف لے آئیں تھیں اور اللہ تعالی نے اس جگہ پر آپ دونوں کے لئے چشمہ جاری فرمایا۔ ابن عساکر نے بھی اپنی کتاب " تاریخ دمشق" کے جزء اول باب **" فضل المساجد المقصوده بالزيارة "** میں اس روایت کو اور دوسری بہت سی روایتیں جو جبل قاسیون اور مقام ربوۃ کے فضیلت پر دلالت کرتی ہیں ذکر کی ہیں۔ آج بھی یہ جگہ بہت پر سکون اور شاداب ہے۔ مفسرین نے اس جگہ کی تعیین میں جو کچھ کہا ہو مگر یہاں آنے کے بعد دل کہتا ہے کہ یہ وہی ربوۃ ہے جسکے ذکر سے مورخین کی زبانیں رطب اللسان رہتی تھیں۔

نہر " بردی" بھی قریب سے گزرتی ہے۔ جس کے صاف شفاف پانی سے دنیا کا سب سے مشہور علاقہ " غوطہ" جو اپنی زرخیزی۔ شادابی۔ رعنائی میں پوری دنیا میں ضرب المثل کہلاتا تھا سیراب کیا جاتا ہے۔ ویسے تو پورا شام زرخیز اور شاداب ہے مگر یہ علاقہ جو غوطہ کہلاتا ہے پوری دنیا کا حسین ترین خطہ سمجھا جاتا تھا۔ صاحب معجم البلدان نے یہاں تک لکھا ہے:

هي بالاجماع أنزه بلاد الله وأحسنها منظرا

یعنی یہ علاقہ بالاتفاق تمام شہروں میں سب سے پاکیزہ اور خوش منظر ہے۔ انھوں نے اسے دنیا کی جنت قرار دیا ہے[59]۔ اب اس نخلستان کی وہ رعنائی تو نہیں رہی۔ البتہ اب بھی فطری طور پر یہ نخلستان بہت شاداب ہے۔ جگہ جگہ زیتون کے درخت نظر آتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ زمانہ قدیم میں کثرت اشجار کے سبب سورج کی کرن زمیں پر نہ پڑتی تھی۔ اب اگرچہ وہ بات نہ رہی لیکن پھر بھی ان ہرے بھرے باغات نے دمشق کے حسن کو چار چاند لگا دئے ہیں.

---

[59] معجم البلدان ياقوت الحموی 219/4 دیکھیں :

حضرت ہابیل علیہ السلام

دمشق شہر سے تقریباً ۴۰ کلومیٹر دور لبنان کی حدود سے ۱۰ کلومیٹر پہلے "دمیر" نامی گاؤں کی پشت پر ایک پہاڑی میں حضرت ہابیل بن حضرت آدم علیہ السلام کا مزار شریف ہے۔ دمشق سے جاتی صاف ستھری سڑک اور راستے میں آتے پہاڑیاں ٹیلے اور سبزہ جات سفر کی تھکن کا احساس نہیں ہونے دیتے۔ دمیر گاؤں کے پاس سے لبنان کی پہاڑیوں کا سلسلہ بھی صاف دیکھا جاسکتا ہے۔ مزار مبارک کی عمارت اور گنبد پاکستان کے مزارات سے مشابہت رکھتے ہیں۔ جبکہ قبر مبارک کی پیمائش کی جائے تو ۱۷ فٹ ظاہر ہوتی ہے۔

حضرت ہابیل علیہ السلام کو آپکے بھائی قابیل نے شہید کیا تھا اور یہ دنیا کا سب سے پہلا قتل تھا۔ اس واقعہ کو اللہ تعالی نے قرآن پاک کی سورۃ مائدہ آیت ۲۷ تا ۳۰ میں ذکر کیا ہے۔ ارشاد باری ہوا :

﴿ وَٱتۡلُ عَلَيۡهِمۡ نَبَأَ ٱبۡنَيۡ ءَادَمَ بِٱلۡحَقِّ إِذۡ قَرَّبَا قُرۡبَانًا ﴾ (المائدة: ٢٧)

ترجمہ : "انہیں پڑھ کر سناؤں آدم کے دو بیٹوں کی سچی خبر جب ان دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی توایک کی قبول ہوئی بولا میں تجھے قتل کردونگا۔ کہا اللہ اسی سے قبول کرتا ہے جسے ڈر ہے۔ بیشک تو اپنا ہاتھ مجھ پر بڑھائے گا کہ مجھے قتل کردے تو میں اپنا ہاتھ تجھ پر نہ بڑھاؤں گا کہ تجھے قتل کردوں میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو ماک ہے سارے جہاں کا۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ دونوں تیرے ہی پلہ پڑے تو تو دوزخی ہو جائے اور بے انصافوں کی یہی سزا ہے۔ تو اس کے نفس نے اسے بہائی کے قتل کا چاؤ دلایا تو اسے قتل کردیا۔ تو رہ گیا نقصان میں۔ تو اللہ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کریدتا کہ اسے دکھائے

کیونکر اپنے بھائی کی لاش چھپائے۔ بولا ہائے خرابی میں اس کوے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ میں اپنے بھائی کی لاش چھپاتا تو پچھتاتا رہ گیا"

مفسر شہیر صدر الافاضل حضرت نعیم الدین مراد آبادی ﷫ علمائے سیر و أخبار کے حوالے سے ان آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"حضرت حوا کے حمل میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے تھے۔اور ایک حمل کے لڑکے کا دوسرے حمل کی لڑکی کیساتھ نکاح کیا جاتا تھا۔اور جبکہ آدمی صرف حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں منحصر تھے تو مناکحت کی اور کوئی سبیل ہی نہ تھی۔اسی دستور کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام نے قابیل کا نکاح لیودا سے جو ہابیل کے ساتھ پیدا ہوئی تھی اور ہابیل کا اقلیما سے جو قابیل کے ساتھ پیدا ہوئی تھی کرنا چاہا۔ قابیل اس پر راضی نہ ہوا اور چونکہ اقلیما زیادہ خوبصورت تھی اس لئے اس کا طلبگار ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا وہ تیرے ساتھ پیدا ہوئی لہٰذا تیری بہن ہے اس کے ساتھ تیرا نکاح حلال نہیں۔ کہنے لگا یہ تو آپ کی رائے ہے اللہ تعالی نے یہ حکم نہی دیا۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا تو تم دونوں قربانیاں لاو جس کی قربانی مقبول ہو جائے وہی اقلیما کا حقدار ہے۔اس زمانے میں جو قربانی مقبول ہوتی تھی آسمان سے ایک آگ اتر کر اس کو کھالیا کرتی تھی۔ قابیل نے ایک انبار گندم اور ہابیل نے ایک بکری قربانی کے لئے پیش کی۔آسمانی آگ نے ہابیل کی قربانی کو لے لیا اور قابیل کی قربانی کو چھوڑ گئی۔اس پر قابیل کے دل میں بہت بغض و حسد پیدا ہوا۔

جب حضرت آدم علیہ السلام حج کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو قابیل نے ہابیل کو کہا میں تجھ کو قتل کردونگا۔ ہابیل نے کہا کیوں؟ کہنے لگا اسلئے کہ تیری قربانی مقبول ہوئی اور میری نہ ہوئی اور تو اقلیما کا مستحق ٹھرا۔ اس میں میری ذلت ہے۔ قتل کرنے کے بعد متحیر ہوا کہ اس لاش کو کیا کرے کیونکہ اس وقت تک

کوئی انسان مراہی نہ تھا۔ مدت تک لاش کو پشت پر لادے پھرتا رہا۔ مروی ہے کہ دو کوے آپس میں لڑے ان میں سے ایک نے دوسرے کو مار ڈالا پھر زندہ کوے نے اپنی منکار (چونچ) اور پنجوں سے زمین کرید کر گڑھا کیا اس میں مرے ہوئے کوے کو ڈال کر مٹی سے دبا دیا۔ یہ دیکھ کر قابیل کو معلوم ہوا کہ مردے کی لاش کو دفن کرنا چاہئے چنانچہ اس نے زمین کھود کر دفن کر دیا"[60]۔

حضرت صدر الافاضل ﷫ فرماتے ہیں کہ: اس خبر کو سنانے سے مقصد یہ ہے کہ حسد کی برائی معلوم ہو اور سید عالم ﷺ سے حسد کرنے والوں کو اس سے سبق حاصل کرنے کا موقع ملے.

مقابر صوفیہ

تاریخ کی کتابوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ زمانہ قدیم میں " مقابر صوفیاء" یا" مقبرۃالصوفیاء " کے نام سے ایک قبرستان غربی دمشق میں ہوا کرتا تھا جس میں دسیوں ماہرین فن علماء کبار محدثین عظام اس شہر خموشاں میں آرام فرماتے تھے۔ پر آج کل اس قبرستان کی جگہ جامعہ دمشق damascuc university قائم ہے اور غربی دمشق کی جگہ یہ حصہ اب وسط دمشق ہو چکا ہے۔ یہاں اب سوائے دو قبروں کے باقی قبور کے نام ونشان مرور زمانہ کے ساتھ مٹ چکے ہیں۔ اللہ ہی بہتر جانے کے باقی قبروں کے ساتھ کیا ہوا۔

ان دو میں سے ایک قبر احمد بن عبد الحلیم المعروف ابن تیمیہ کی اور دوسری قبر نادرہ روزگار شخصیت حضرت ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمٰن الشافعی ﷫ کی ہے جنہوں نے ابن صلاح کے نام سے شہرت پائی۔ آپ ﷫ اصول حدیث میں اپنے عہد کے فاضل اور مشہور امام مانے جاتے تھے۔ فن اصول حدیث

[60]دیکھیں: تفسیر خزائن العرفان المائدہ 27 تا 29

کی عظیم اور مایہ ناز کتاب " علوم الحدیث " انہی کی تصنیف ہے جو " مقدمہ ابن صلاح " کے نام سے جانی جاتی ہے۔ یہ کتاب کم و بیش پوری دنیا کے مدارس اسلامیہ میں داخل نصاب ہے۔ علم حدیث میں ان کی عظمت کا یہ حال ہے کہ بقول ابن عماد : محدثین جب شیخ کہیں تو ابن صلاح ہی مراد ہوتے ہیں[61]۔

علم حدیث کے ساتھ ساتھ تفسیر۔ فقہ۔ اسماء الرجال اور لغت میں بھی آپ ﷺ کا لوہا مانا جاتا تھا۔ ان کے ورع و تقوی کا اندازہ ان کے معاصرین کی شہادتوں سے لگایا جاسکتا ہے۔ امام سبکی الشافعی ﷺ نے بعض لوگوں کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ابن صلاح ﷺ کی قبر کے پاس دعا قبول ہوتی ہے[62].

ایک سوال اور اس کا جواب

جیسا کہ گزرا کہ بعض مزارات کے شام میں موجودگی کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ملتے ہیں تو کیا ایسے میں ان مزارات پر فاتحہ پڑھنے اور دعا مانگنے میں کوئی حرج تو نہی ؟؟

اس سوال کا جواب حضرت علامہ فیض احمد اویسی صاحب ﷺ کچھ یوں دیتے ہیں :

" اگر مزار کسی بزرگ کے نام سے منسوب ہو تو وہاں ان کے نام کی فاتحہ پڑھنے اور دعا مانگنے میں حرج نہیں ۔ بلکہ ان کے فیوضات و برکات کے حصول کا یقین کرنا چاہیئے۔ اس لئے کہ نسبت کی غلطی روح مبارک کی قوت و برکت سلب نہیں کرتی ۔ روح ہر جگہ اور ہر آن تصرف کر سکتی ہے اسلئے صاحب مزار کے فیوضات و برکات سے محروم نہی ہونا چاہئے ".

---

[61]شذرات الذہب 221/5
[62]طبقات الشافعیہ 328/8

امام احمد رضا خان اور " ملک شام"

حضرت شیخ امام احمد رضا خان قادری الہندی محدث بریلوی ﷫ کے علم فضل کا شہرہ صرف بر صغیر پاک و ہند میں ہی نہیں ہوا بلکہ ملک شام کے بھی بڑے بڑے علماء و مشائخ نے فاضل بریلوی کی حیات مبارکہ میں ہی آپ کے علم و فضل کا اعتراف کیا، آپ سے عقیدت کا اظہار کیا، اور آپ کو " **امام الائمۃ المجدد لھذہ الأمۃ** " اور " **ھو امام المحدّثین** " جیسے شان دار القابات سے یاد کیا۔ اس بات کا اندازہ " الدولۃ المکیۃ" کے قاری کو علمائے شام کی تقاریظ دیکھ کر بخوبی ہو جاتا ہے۔

وبحمد اللہ یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ کثیر تعداد میں علماء و مشائخ شام پاک و ہند میں منعقدہ عرس اعلی حضرت۔ یوم اعلی حضرت ﷫ میں شرکت کرکے اور فاضل بریلوی پر مضامین لکھ کر فاضل بریلوی سے اپنی محبت کا ثبوت دیتے رہتے ہیں۔

بہتر معلوم ہوتا ہے کہ شام کی ان چند قد آور علمی شخصیات کے نام ذکر کر دیے جائیں کہ جنہوں نے ماضی قریب میں پاک و ہند کا سفر کیا اور عرس اعلی حضرت و یوم اعلی حضرت ﷫ میں شرکت کی:

1- مفتی دمشق فضیلۃ الشیخ الدکتور عبد الفتاح البزم

2- وزیر اوقاف دمشق الشیخ الدکتور احمد سامر القبانی

3- فضیلۃ الشیخ عدنان درویش

4- علامۃ الشیخ ہشام البرھانی

5- شیخ عبد العزیز الخطیب

والحمد للہ فاضل بریلوی کی لکھی ہوئی کتابیں بھی دمشق کے مکاتب سے چھپ کر داد عام حاصل کرچکی ہیں ۔بڑی ناقدری ہوگی اگر میں اس موقع پر یہاں کی جامعات میں زیر تعلیم بر صغیر پاک و ہند سے حصول تعلیم کے لئے آئے ہوئے طلباء اہل سنت کا ذکر خیر نہ کروں ۔کہ یہ طلباء وقتاً فوقتاً سیدی اعلی حضرت ﷺ کا تعارف بالمشافہ والکتابہ یہاں کے علماء و عوام سے کرواتے رہتے ہیں۔رب قدیر عزوجل ان طلباء کی کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں قبول و مقبول فرمائے اور انہیں اپنے نیک مقاصد میں کامیابی عطاء فرمائے ۔

شام اور تصوف

سرزمین شام عرصہ دراز سے صوفیاء و صلحاہ کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے۔اور پوری دنیامیں تصوف اہل تصوف سے پہچانی جاتی ہے ۔یہاں کہ مزارات صبح وشام مرجع خلائق بنے رہتے ہیں ۔لوگ آتے ہیں اور اپنی جھولیاں مرادوں کی بھر لے جاتے ہیں ۔اوراس شعر کے مصرعے کے مصداق ٹھرتے ہیں ؎

اللہ والے ہیں جو اللہ سے ملا دیتے ہیں

محافل ذکر و میلاد یہاں کے روز مرہ کے پروگراموں میں شامل ہے ۔جس میں علماء و عوام کی کثیر تعداد شرکت کرتی ہے۔ ماہ ربیع النور شریف کی آمد پر یہاں کہ بازاروں کو ہری جھنڈیوں سے سجایا جاتا ہے۔ تقریباہر مسجد میں محفل میلاد کا انعقاد ہوتا ہے ۔جبکہ مرکزی محفل میلاد ۱۱ یا ۱۲ ربیع الاول کو جامع الاموی میں وزیر اوقاف کے زیر انتظام ہوتی ہیں جس میں صدر مملکت ، مفتی سوریہ ، نامور علماء کرام اور دیگر حکومتی و غیر حکومتی شخصیات بھی شرکت کرتی ہیں ۔پروگرام براہ راست سرکاری چینل پہ دکھایا بھی

جاتا ہے۔خوب لنگر و نیاز کا اہتمام بھی ہوتا ہے ۔ البتہ ماہ میلاد کے جلوس نظر نہیں آئے۔ احباب سے سنا ہے کہ کچھ علاقوں میں ماہ ربیع الاول کے جلوس بھی نکلتے ہیں واللہ اعلم۔

شادی کہ موقع پر نعت شریف کی محفل سجائی جاتی ہے (اگرچہ یہاں کی محفل نعت اور پاک و ہند کی محفل نعت میں تھوڑا فرق ہوتا ہے) یہاں کے بیشتر علماء وہابیوں کا رد کرتے اور معاملات اہل سنت کا دلائل کی ساتھ دفاع کرتے نظر آتے ہیں ۔

بڑی بڑی علمی اور قدآور شخصیتیں جیسے فضیلۃ الشیخ ہشام برہانی، فضیلۃ الشیخ الدکتور رجب دیب، فضیلۃ الشیخ أبو الہدی یعقوبي اور دیگر مشائخ سلسلہ عالیہ قادریہ ورفاعیہ اور نقشبندیہ میں لوگو کو مرید بھی کرتے ہیں ۔

والحمدللہ جل جلالہ یہاں زیر تعلیم پاک و ہند کے طلباء اور تبلیغی دوروں پر تشریف لاتے علماء اہلسنت کی کاوششوں سے شامی علماء و عوام تبلیغیوں ۔ دیوبندیوں اور ندویوں کو پہچانے لگے ہیں جو یہاں تصوف کا لبادہ اوڑھ کر اپنے مذموم عقائد کا پرچار کیا کرتے تھے ۔

لباس خضر میں یہاں سینکڑوں رہزن پھرتے ہیں

جی نے کی گر خواہش ہے تو کچھ پہچان پیدا کر

کیا سگریٹ نوشی حرام ہے؟؟

اہل علم و فضل اور ہر خاص و عام پر سگریٹ نوشی کے نقصانات عیاں ہے۔ لہٰذا لوگوں کو یہ جان کر زیادہ حیرت نہیں ہونی چاہئے کہ شام شریف کے علماء قرآن و حدیث سے استدلال کرتے ہوئے سگریٹ نوشی کو " حرام " قرار دیتے ہیں۔ سبیل اقتصار علمائے شام کے اس باب میں دیئے ہوئے چند ادلۃ پیش خدمت ہے۔

اگرچہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سگریٹ نوشی موجود نہ تھی۔ لیکن ایسے واضح دلائل موجود ہیں جو ایسی ہر چیز کو حرام قرار دیتے ہیں جو جسم کے لیۓ نقصان دہ ہو۔ ساتھی کو تکلیف دہ ہو۔ اور مال کو ضائع کرنے والی ہو:

۱ - فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَيُحِلُّ لَهُمُ ٱلطَّيِّبَٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيۡهِمُ ٱلۡخَبَٰٓئِثَ ﴾ (الأعراف: ١٥٧)

ترجمہ: "اور (محمد ﷺ) ستھری چیزیں ان کے لئے حلال فرمائیگا اور گندی چیزیں ان پر حرام کریگا"

اور سگریٹ گندی بدبودار اور نقصان دہ چیزوں میں سے ایک ہے۔

۲ - فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَلَا تُلۡقُواْ بِأَيۡدِيكُمۡ إِلَى ٱلتَّهۡلُكَةِ ﴾ (البقرة: ١٩٥)

ترجمہ: " اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو "

جبکہ سگریٹ نوشی مہلک بیماریں کا سبب بن جاتی ہے جیسے کینسر وغیرہ۔

۳ - فرمان الٰہی ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوٓاْ أَنفُسَكُمْ﴾ (النساء: ۲۹)

ترجمہ: "اور اپنی جانیں قتل نہ کرو"

جبکہ سگریٹ نوشی جان لیوا ثابت ہوتی ہے۔

۴ - فرمان الٰہی ہے:

﴿وَإِثْمُهُمَآ أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا﴾ (البقرة: ۲۱۹)

ترجمہ: "اور ان (شراب اور جوئے) کا گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے"

اسی طرح سگریٹ نوشی کا نقصان اس کے فائدے سے کہیں زیادہ ہے۔ بلکہ سگریٹ نوشی میں سراسر نقصان ہی نقصان ہے۔

۵ - فرمان الٰہی ہے:

﴿وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا ﴿٢٦﴾ إِنَّ ٱلْمُبَذِّرِينَ كَانُوٓاْ إِخْوَٰنَ ٱلشَّيَٰطِينِ﴾ (الإسراء: ۲٦ – ۲۷)

ترجمہ: "اور فضول نہ اڑا بیشک اڑانے والے شیطان کے بھائی ہیں"

اور سگریٹ نوشی میں مال کی فضول خرچی ہوتی ہے۔

٦ - جہنمیوں کے کھانے کے متعلق فرمان الٰہی ہے:

﴿ لَّيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِن ضَرِيعٍ ۝٦ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِن جُوعٍ ﴾ (الغاشية: ٦ -٧)

ترجمہ: ان کے لئے کچھ کھانا نہیں مگر آگ کے کانٹے کہ نہ فربھی لائیں اور نہ بھوک میں کام دیں۔

سگریٹ نوشی بھی نہ موٹا کرتی ہے اور نہ بھوک مٹاتی ہے۔

۷ - رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

لا ضرر ولا ضرار[63]

ترجمہ: " نہ اپنے آپ کو نقصان پہنچاؤ۔ نہ دوسروں کو تکلیف دو "

جبکہ سگریٹ نوشی سے اپنی صحت کا نقصان ہوتا ہے اور دوسروں کو تکلیف پہنچتی ہے۔

۸ - رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

انّ اللہ کرہ لکم ثلاثا : قیل و قال و اضاعۃ المال وکثرۃ السؤال[64]

ترجمہ: "بے شک اللہ تعالی کو تمھاری تین چیزیں ناپسند ہیں: فضول گفتگو۔ مال ضائع کرنا۔ اور زیادہ سوال کرنا"

جبکہ سگریٹ نوشی سے مال ضائع ہوتا ہے۔

۹ - رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

کلّ أمّتی معافی الا المجاھرین[65]

---

[63]دیکھیں : مسند احمد بن حنبل
[64]صحیح بخاری و مسلم
[65]دیکھیں : صحیح بخاری و مسلم

ترجمہ : " میری امت کے سارے لوگوں کو معاف کردیا جائیگا۔ سوائے ان کے جو کھلم کھلاگناہ کرتے ہیں "

یعنی تمام مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ جب چاہے گا معاف فرمادے گا۔ لیکن کھلم کھلاگناہ کرنے والے کو۔ جیسے سگریٹ نوش۔ معاف نہیں کیا جائیگا۔ کیونکہ وہ سب کے سامنے سگریٹ نوشی کرتے ہیں۔ اللہ سے نہیں ڈرتے اور دوسروں کو بھی اس برے کام پر حوصلہ دلاتے ہیں۔

۱۰ ۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

من كان يؤمن باالله و اليوم الآخر فلا يؤذ جاره[66]

ترجمہ : " جو شخص اللہ جلّ جلالہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے ساتھی کو تکلیف نہ دے "

جبکہ سگریٹ کا بدبودار دھواں سگریٹ نوشی کرنے والے کی بیوی ۔ اولاد اور اسکے ساتھیوں کیلئے انتہائی تکلیف دہ ہوتا ہے۔ اور خاص طور پر فرشتے اور نمازیوں کو اسکی بدبو سے شدید تکلیف ہوتی ہے۔

۱۱ ۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

لا تزول قدما عبد حتى يسأل عن أربع : عن عمره فى ما أفناه ۔ و عن علمه ما فعل به ۔ و عن ماله من أين اكتسبه وفيم أنفقه ۔ و عن جسمه فيما أبلاه [67]

ترجمہ : " بندے کے قدم اپنی جگہ سے ہل نہیں پائیں گے جب تک وہ چار سوالوں کا جواب نہیں دیگا : عمر کس چیز میں گزاری ؟ اپنے علم کے ساتھ کیا کیا ؟ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا ؟ اپنا جسم کس کام میں لگایا ؟ "

جبکہ سگریٹ نوشی کرنے والا شخص اپنا مال " حرام " کام میں صرف کرتا ہے۔

[66]صحيح البخارى
[67]دیکھیں : سنن الترمذى

۱۲ ۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

ما أسکر کثیرہ فقلیلہ حرام[68]

ترجمہ : " جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ آور ہو اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے "

جبکہ سگریٹ کی زیادہ مقدار نشہ آور ہوتی ہے۔ خاص طور پر ایسے شخص کے لئے جو اس کا عادی نہ ہو۔

۱۳ ۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے :

من أکل ثوما أو بصلا فلیعتزلنا ولیعتزل مسجدنا ولیقعد فی بیتہ[69]

ترجمہ : " جو شخص (کچا) لہسن اور پیاز کھائے وہ ہمارے قریب نہ آئے اور ہماری مسجد سے دور رہے اور اپنے گھر میں بیٹھا رہے "

جبکہ سگریٹ کی بدبو لہسن اور پیاز سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہے۔

۱۴ ۔ دین اسلام مندرجہ ذیل پانچ چیزوں کی حفاظت کا حکم دیتا ہے : جان ، عقل ، مال ، دین ، عزت ۔ جبکہ أطباء اور علماء کا اتفاق ہے کہ سگریٹ نوشی سے پہلی چار چیزوں کا نقصان ہوتا ہے۔

ان سب کے علاوہ سگریٹ کے دھوئیں میں کئی زہریلے کیمیکل (آرسینک ایمونیا ۔ ہائیڈروجن hydrogenسائینائیڈ cyanide فارملڈی ہائیڈ faramaldehyde .بنزین اور وینائل کلورائیڈ وغیرہ شامل ہے جو بہت سی مہلک بیماریوں کا سبب بنتے ہیں ۔ جن میں کینسر cancer دل کی بیماریاں heart diseaseاور پھیپڑوں کی بیماریاں سر فہرست ہیں۔

---

[68] مسند احمد بن حنبل
[69] صحیح بخاری و مسلم

سگریٹ نوش پہلے یہ بیماریاں خریدتا ہے پھر ان کے علاج پر بھی پیسہ خرچ کرتا ہے۔ ماحولی آلودگی کا سبب بنتا ہے۔ اگر سگریٹ خریدنے کے لئے پیسہ نہ ہو تو یہ عادت کبھی چوری کرنے اور دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلانے پر بھی مجبور کر دیتی ہے"۔

ان سب دلائل کی موجودگی اور سگریٹ کے نقصانات کے سبب اغلب علمائے شام و عرب نے اسے حرام قرار دینے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی۔

چونکہ اس بری عادت سے ہمارے معاشرے کا نوجوان بھی بری طرح متاثر ہو رہا ہے۔ کہ جو سگریٹ نوشی کی لت میں مبتلا ہو جاتا ہے اسکی نفسیاتی خواہش ہوتی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ سکون حاصل کرے۔ اسطرح ہمارے نوجوان اس نشے سے اپنی زندگی کی رنگینیاں کھورہے ہیں۔ اور بے روزگار افراد اس بری عادت کے ہاتھوں چوری اور ڈکیتی کے مرتکب بھی ہورہے ہیں۔ پھر سگریٹ نوشی سے دیگر نشے کی عادت بھی ہموار ہوتی ہے۔ لہٰذا میرے خیال سے پاک وہند کے علماء کو بھی ایک "سخت" موقف اس حوالے سے اختیار کرنا چاہیئے تاکہ اس بند کا راستہ روکا جاسکے .

حضرت حجر بن عدی ﷜

دمشق سے شمال مغرب کی طرف سفر کرتے ہوئے شہر سے کوئی تیس کلومیٹر دور ایک گاؤں میں حضرت حجر بن عدی﷜ کا مزار واقع ہے۔ حضرت حجر بن عدی﷜ ایک زاہد و عابد اور صلحائے امت میں ایک اونچے مرتبے کے شخص تھے۔ بعض لوگ آپ کو علی الاطلاق صحابی مانتے ہیں مگر آپ﷜ کا صحابی ہونا مختلف فیہ ہے۔ علماء میں سے بعض حضرات مثلاً ابن سعد اور مصعب زبیری تو انہیں صحابی لکھتے ہیں لیکن امام بخاری۔ ابن ابی حاتم۔ ابو حاتم۔ خلیفہ بن خیاط اور ابن حبان۔رحم اللہ علھیم اجمعین۔ نے انہیں تابعین میں شمار کیا ہے[70]۔ جبکہ علامہ ابن سعد نے بھی ایک مقام پر حجر بن عدی کو صحابی اور دوسرے مقام پر تابعین میں شمار کیا ہے[71]۔امام ابن کثیر ابواحمد عسکری کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ :

أكثر المحدّثين لايصحون له صحبة [72]

یعنی: اکثر محدثین ان کا صحابی ہونا صحیح قرار نہیں دیتے۔

حضرت حجر بن عدی﷜ کے عابد وزاہد ہونے کی بڑی شہرت تھی۔آپ کو 51ہجری میں حضرت معاویہ﷛ کے دور حکومت میں قتل کیا گیا۔بعض لوگ آپ﷜ کے قتل کو لے کر حضرت معاویہ﷛ پر اعتراض کرتے ہیں[73]۔ لیکن دراصل آپ ﷜ کے قتل کا سبب وہ غالی اور فتنہ پرداز قسم کے روافض تھے جو آپ کے ساتھ لگ گئے تھے۔اور آپ کی بزرگی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر امت مسلمہ میں انتشار برپا کرنا چاہتے تھے۔

---

[70]دیکھیں : الاصابة 313/1
[71]طبقلت ابن سعد 217/6
[72]البداية والنهاية 50/8
[73]ان میں سے ایک مولانا مودودی بھی تھے۔ دیکھئیں:خلافت و ملوکیت 163ابوالاعلی مودودی ادارہ ترجمان القرآن لاھور

مزار مبارک اچھی حالت میں ہے۔ صفائی ستھرائی کا بھی معقول انتظام رہتا ہے۔ یہاں بھی اہل تشیع حضرات کی تعداد نظر آتی ہے۔ جو ہر وقت رونے دھونے میں مشغول رہتے ہیں اور دوسرے باادب زائرین کی زیارت میں خلل ڈالتے ہیں .

الشیخ احمد کفتارو رحمۃ اللہ علیہ

قائین کرام :

اہل قلوب فرماتے ہیں کہ کامل ولی وہ ہے جس کے سر پر شریعت ہو ،بغل میں طریقت ، مسجد میں نمازی ہو ،میدان میں غازی ، کچہری میں قاضی اور گھر میں پکا دنیادار ۔ غرض یہ کہ مسجد میں آئے تو ملائکہ مقربین کا نمونہ بن جائے اور بازار میں جائے تو ملائکہ مدبرات کے سے کام کرے اور ان سب کو سنبھالے ہوئے راہ خدا طے کرتا چلا جائے۔

ولی کی یہ تعریف دمشق کے اس عظیم سکالر ، حق گو مبلغ ،شفیق معلم ، شیخ طریقت صاحب بصیرت اور نبض وقت کی رفتار پر ہاتھ رکھنے والے دانش ور حضرت شیخ احمد کفتارو رحمۃ اللہ علیہ پر صادق آتی ہے جو جمہوریۃ عربیہ سوریہ کے چالیس سال سے زیادہ عرصے تک مفتی عام رہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دمشق کی سب سے محترم شخصیت اور عوام کی سب سے محبوب ہستی شمار کیا جاتا تھا۔فرانس کے خلاف علم جہاد بلند کرنا ہو یا اتحاد بین المسلمین کا پلیٹ فارم ، بین المذاھب ہم آہنگی کی بات ہو یا تدریس علوم عقلیہ و نقلیہ ، ہر جگہ شیخ احمد کفتارو رحمۃ اللہ علیہ پیش پیش رہا کرتے تھے ۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ شیخ کا تعلق اس نقشبندی سلسلے سے ہے جو شیخ

العارفین شیخ خالد کردی ﷬ (متوفی 1242ہجری) کے ذریعے دمشق پہنچا اور شیخ خالد کردی ﷬ نے ہندوستان آکر شیخ وقت شیخ عبداللہ دہلوی سے سلوک کی تکمیل کی۔

چونکہ آپ ﷬ کے والد حضرت علامہ شیخ امین کفتارو صاحب ﷬ (1294-1357ہجری) بھی علم و فضل کے آفتاب اور آپ کے دادا شیخ ملا موسی کفتارو راسخ فضل و کمال کے نیّر تاباں تھے لہٰذا ان کی آغوش تربیت نے شیخ احمد کفتارو ﷬ کو تہذیب و ادب کا آفتاب تابدار بنادیا تھا ۔ شیخ احمد کفتارو ﷬ وہ شخصیت ہیں کہ جنھوں نے اس وقت ملک شام میں مفتی عام کے عہدہ پر رہ کر حکمت علمی سے دینی و دعوتی کام کیا کہ جب یہ زمین علم و علماء پر تنگ کی جارہی تھی اور جب یہاں کی عوام کو حمیت دینی اور غیرت ایمانی سے محروم کرکے جاہلی ادوار کے اندھیروں میں دھکیلا جارہا تھا۔ مگر اس مرد میدان کی آمد کے وقت فضاؤں میں یہ نغمہ گونج رہا تھا ؎

نور خدا ہے کفر کی حالت پہ خندہ زن

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

دنیا کے کئی ملکوں کا آپ ﷬ نے سفر کیا اور اسلام کی دعوت پیش کی چنانچہ یورپ ۔ جاپان اور کوریا کے کئی لوگ آپ کے ہاتھ پر حلقہ بگوش اسلام ہوئے ۔ شیخ احمد کفتارو ﷬ پاکستان اور پاکستانیوں سے بہت محبت کیا کرتے تھے۔ آپ نے تین مرتبہ پاکستان کا دورہ کیا۔ دمشق میں رہتے ہوئے آپ ﷬ نے پاکستان اور کشمیر کاز کی بہت خدمت کی اسی سبب سابق صدر پاکستان ایوب خان نے آپ کو 1967ء میں ستارہ امتیاز سے نوازا۔

آپ ﷫ کا انتقال 8 اگست 2004ء میں ہوا لیکن لوگ آج تک حضرت شیخ احمد کفتارو ﷫ کے فیض و برکات سے آپ کے شاگردوں اور آپ کی بنائی ہوئی جامعہ کی صورت میں مستفید ہوتے ہیں ۔ ان کا مرقد پر انوار جامع ابو النور میں ہی مرجع خلائق ہے .

مجمع الشیخ احمد کفتارو

شیخ احمد کفتارو ﷫ کا بنایا ہوا یہ ادارہ دمشق میں اسلامی تعلیمات کا بہت بڑا اور مشہور مرکز ہے جو علمی ، دینی ، تبلیغی ، تحقیقی و تصنیفی ، فرق باطلہ کے رد و ابطال اور علوم نقلیہ و عقلیہ میں یکتائے روزگار ہے ۔ اس کی شہرت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ دنیا کے پانچوں براعظم کے ۶۰ سے زائد جنسیات کے طلبہ و طلبات اس ادارہ میں زانوے تلمذ طے کرتے ہیں ۔ اور یہاں کے فارغ طلباء اپنے ملکوں میں مفتی عام کے عہدوں پر فائز ہوچکے ہیں ، یہ ایک نیم سرکاری ادارہ ہے جسکی مختلف کلیات کا مختلف ممالک سے الحاق ہے ۔ مثلا : کلیۃ الدعوۃ الاسلامیۃ کا لیبیا ۔ کلیۃ الشریعۃ کا لبنان اور دراسات علیاء (ماسٹرز و پی ایچ ڈی) کا جامعۃ أم درمان سوڈان سے الحاق ہے ۔ جبکہ غیر عربی دان طلباء و طلبات کے لئے عربی دورات کا انتظام ہے ۔ یونیورسٹی میں ایک بڑی اور خوبصورت مسجد اور ہزاروں کتابوں سے بھرا کتب خانہ بھی ہے ۔ کتب خانہ کو اہل علم کا دیار کہنا زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے جہاں دنیائے علم کے نامور مؤلفین کی قدیم سے قدیم اور جدید سے جدید کتب طلباء کے مطالعہ کے لئے موجود ہے ۔ شام کی اکثریت اگرچہ شافعی المذہب ہے مگر مجمع ابو النور میں دوسرے مذاہب فقہیہ کے طلباء کی رعایت کرتے ہوئے تعلیم فقہ المقارن میں دی جاتی ہے ۔

ماشاء اللہ استاذہ نہایت ہی قابل اور شفیق ہیں ۔ مجمع ابو النور کو خوش قسمتی سے ایسے اساتذہ ملے جنھوں نے اہل طلب علم کی نظروں میں اس کا وقار بڑھادیا مثلا : شیخ نور الدین عتر ، شیخ الدکتور مصطفیٰ البغا

،الدکتور بدیع الحام ، شیخ الدکتور علاء الدین زعتری ، شیخ الدکتور بسام عجک ، شیخ محمود شحادہ اور دوسرے بہت سے اساتذہ جو زہد و تقوی ،راست گوئی ،بے ریائی اور بے حرصی میں اسلاف کے بہترین علماء و صلحاء کے نمونہ ہے ۔خود غرضیوں اور کج بحثوں سے پاک۔

طلباء و طلبات کی رہائش کے لئے مجمع ابو النور میں الگ الگ ہوسٹل کا بھی انتظام ہے جو کے صاف ستھرے کمروں پر مشتمل ہے ۔ طلباء کے کھانے پینے ۔کپڑے دھونے کا ذمہ ادارہ ہوسٹل پر ہے۔

یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ حکومت سوریہ کا حال بھی دوسری اسلامی ممالک کی حکومات کی طرح ہی ہے کہ جو اخلاق و روحانیت سے عاری مادہ پرستانہ افکار و نظریات کے علم برداروں اور شیدائیوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ایسے میں یہ اسلامی مدارس و جامعات ہی ہیں جو اپنے نیک مقاصد کی تکمیل میں مشغول ہیں ۔ دین کی جو بہاریں شام جیسے ملک میں نظر آتی ہے وہ ان مدارس کی ہی برکات و مرہون منت ہے ۔ اپنوں اور غیروں کے بے پناہ سازشوں کے باوجود یہ مدارس اور جامعات اللہ تبارک و تعالی کے فضل و کرم سے اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہے اور حکومتی تعاون سے الگ تھلگ اپنے مزاج کے مطابق خاموشی سے اپنے کام میں مگن ہیں۔

وطن عزیز پاکستان کے بھی چند طلباء یہاں زیر تعلیم ہیں ۔ اور اپنے اپنے شعبوں میں عمدہ پوزیشن لے کر پاکستان کا نام روشن کرتے ہیں والحمد للہ۔آخر میں اللہ تبارک و تعالی سے دعا ہے کہ شیخ احمد کفتارو کی منور کی ہوئی یہ شمع جلتی رہے اور اس شمع سے دنیا بھر سے آئے ہوئے طلباء و طلبات کے دلوں میں نور پھیلتا رہے......آمین.

اہل شام کی خوش اخلاقی

اور بعض خوش کن امور

ایک بات جو بہت قابل ذکر ہے وہ اہل شام کی نرم خوئی اور خوش اخلاقی ہے ۔ یہ چیز یہاں کی فضا میں چھائی ہوئی اور چپے چپے میں بسی ہوئی ہے ۔ درشت روئی ، تند مزاجی ، ناہمواری اور بداخلاقی کا وجود بہت ہی کم پایا جاتا ہے ۔ گویا یہ الفاظ ان کی ڈکشنری میں ہے ہی نہیں ۔ مہمان اور نو وارد کو ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں ۔ گرم جوشی سے استقبال کرتے ہیں ۔ آنکھیں اور پلکیں بچھاتے ہیں ۔ خندہ پیشانی سے ملاقات کرتے ہیں ۔ خوش دلی سے باتیں کرتے ہیں اور دل موہ لیتے ہیں ۔ اجنبیت کا بالکل احساس نہیں ہونے دیتے ۔ یہاں تک کہ زائر بھول جاتا ہے کہ وہ اپنے گھر میں والدین اور بھائی بہنوں کے ساتھ ہے یا کسی دیار غیر میں ناآشنا لوگوں کی معیت میں ۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ سرکار ﷺ کی حدیث پاک کے مطابق قرب قیامت میں اور جب فتنے کھڑے ہونگے تو شام کی طرف ہجرت ہوگی [74]۔ اور مہاجر کے لئے سب سے بڑی سعادت کی بات تو یہ ہی ہے کہ اسے نئے ملک میں اجنبیت کا احساس نہ ہو ۔ ہم نے اپنے زمانہ سکونت کے دوران بہت ہی کم کسی کو لڑتے جھگڑتے یا سخت کلامی کرتے دیکھا ہے۔

ایک اور خیر کا پہلو یہاں کا امن وامان ہے ۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ہندوستان اور پاکستان میں بدامنی کا دور دورہ ہے ۔ صنف نازک تو کیا طاقت ور نوجوان بھی رات میں تنہا کہیں سے گزرتے ہوئے خوف محسوس کرتا ہے ۔ لیکن ملک شام میں صورت حال مختلف ہے ۔ آپ یہاں رات کو جتنا دیر سے چاہے گھر کو لوٹیں اور جتنا مال چاہے اپنے ساتھ رکھ کر گھومیں مجال ہے جو کوئی آپ کو چھیڑ سکے ۔

---

[74] حضور اکرم ﷺ کی حدیث مبارک کا متن یہ ہے : عن بهز ابن حكيم عن أبيه عن جدّه رضى الله عنهم قال : قلت يارسول الله أين تأمرنى ؟ قال : (ها هنا) ونحا بيديه نحو الشّام (رواه الترمذى بسند صحيح)

ایک اور خوش کن چیز جو شام میں نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ ہندوستان پاکستان میں انگریزی زبان سے جو مرعوبیت ہے اس کا شام میں مطلق اثر نہیں ۔ نہ صرف انگریزی بلکہ کسی بھی مغربی زبان سے کوئی مرعوبیت نہیں ۔ انھیں اپنی عربی زبان پر فخر ہے اور اسی کو وہ کافی سمجھتے ہیں ۔ ان کا خیال ہے کہ عربی جب انٹر نیشنل زبان ہے تو ہمیں اسی کو اوڑھنا بچھونا بنانا چاہیئے دوسری زبان کو بیچ میں گھسانے کی کیا ضروت۔!!

لہٰذا شام میں داخل ہوتے ہی پہلا تاثر یہی قائم ہوتا ہے۔ ہر سائن بورڈ ہر ہدایت عربی میں لکھی ملتی ہے ۔ اگر آپ کسی سے پوچھیں کہ کیا آپ انگریزی یا فرنچ سے واقفیت رکھتیں ہیں ؟؟؟ تو جواب بغیر کسی احساس کمتری اور اظہار شرمندگی کے ملتا ہے: ہمیں عربی کافی ہے ۔ کیا چیز عربی میں نہیں۔ !!!

ان کے اپنی زبان سے محبت کو دیکھ کر دل عجیب کیف محسوس کرتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ وطن عزیز میں اردو زبان کی دگرگوں حالت کو دیکھ کر سرد آہ بھرتا ہے کہ آج ہمارا بچہ بچہ انگریزی زبان کا دلدادہ اور اردو زبان سے بیزار نظر آتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالی ہمیں بھی اہل شام کی طرح اپنی زبان سے محبت کرنے اور غیروں کے نرغے سے نکلنے کی توفیق بخشے ۔

مجالس ذکر و درود

ملک شام کی مساجد کا ایک خاصہ یہاں کثرت سے ہونے والی محافل ذکر و درود و سلام کا انعقاد ہے جس میں " دلائل الخیرات " و" اوراد امام نووی رحمۃ اللہ علیہ " اور دیگر اذکار کا ورد کیا جاتا ہے جس میں لوگوں کی کثیر تعداد سن و سال کا لحاظ کئے بغیر شرکت کرتی ہے ۔ نبی پاک ﷺ کے فرمان مبارک کے مطابق یہ وہ محفلیں ہیں کہ:

لا يشقى جليسهم[75]

یعنی ان محافل میں حاضر ہونے والا رحمت خداوندی عزوجل سے مایوس نہیں ہوتا۔

ایسی ہی ایک روایت پر عمل یہاں کی مسجد جامع ملا رمضان بوطی میں کیا جاتا ہے کہ جمعہ کے دن بعد نماز عصر سارے لوگ باآواز بلند درود شریف " **اللھمّ صلّ علی محمد النبی الأمّی و آلہ وصحبہ و سلّم** " کا ورد کرتے ہیں ۔اس روایت کو طبرانی اور دار قطنی نے روایت کیا ہے ۔ جس میں آتا ہے کہ جو شخص جمعے کے دن بعد نماز عصر اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے اسّی دفعہ یہ درود شریف پڑھے اس کے اسی سال کے گناہ معاف ہوں گے اور اسی سال کی عبادت کا ثواب لکھا جائے گا۔

یہاں اسی مسجد سے تعلق رکھنے والے ایک عالم با عمل کا ذکر کیے بغیر گزرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا جسے دنیا شیخ الدکتور محمد سعید رمضان بوطی کے نام سے جانتی ہے ۔ شیخ بوطی " مستشار الرئیس " ہیں اور حکومت کے معتمد ترین علماء میں سے ایک ہیں ۔ حتی کے ملک شام کے سابق صدر حافظ الاسد نے اپنی نماز جنازہ کی ان کے حق میں وصیت فرمائی تھی ۔ تفسیر و حدیث ، فقہ و فتاوی ، سیرت و تاریخ ، سوانح و شخصیات ، رد فرق باطلہ و ضالہ ، اخلاق و معاشرت ، دعوت و تذکیر ، توضیح و تشریح ،اسلامی تعلیمات ، غرض کے کونسا ایسا ضروری موضوع میدان تصنیف اور حالات حاضرہ کی ضرورت ہے جس پر لکھنے کی اور خوب لکھنے کی اللہ تعالی نے شیخ بوطی کو توفیق عنایت نہ فرمائی ۔ پھر نور علی نور یہ کہ ان کی تمام ہی تالیفات علماء و طلباء اور اہل نظر حضرات میں شرف قبولیت حاصل کر چکی ہیں ۔

دنیا کے دوسرے ممالک جہاں عربی زبان کا دائرہ اتنا وسیع نہیں ہے وہاں بھی شیخ بوطی کی لکھی ہوئی کتابیں ترجمہ ہو کر ہزاروں کی تعداد میں فروخت ہوتی ہے ۔ شیخ بوطی کا ورع و تقوی ،ان کا علمی کام ، دنیا

---

[75] دیکھیں : صحیح البخاری

بھر میں علمی مجالس اور کانفرنسوں میں اسلام اور علمائے حق کی نمائندگی اور عظیم و مرتبت ہستیوں کے ان پر اعتماد و تحسین بلاشبہ ان کو " عالم با عمل " کے معزز خطاب کا بجا طور پر مستحق قرار دیتا ہے ۔یہاں یہ بات بھی ذکر کرتا چلوں کہ شیخ بوطی موجودہ سلفیت و وہابیت ، اس کے دعویداروں اور ان کے طرز عمل اور طریقہ کار کے شدید مخالف ہیں ۔اسی وجہ سے انہوں نے " **السلفية لامذهبية** " کے نام سے ایک نایاب و شاندار کتاب ان کے رد پر لکھی ہے ۔جس کی وجہ سے جیسا کہ معلوم ہوا شیخ بوطی کے سوائے حج کے سعودی عرب جانے پر پابندی ہے۔ شیخ بوطی کی عمر اگرچہ 80 سال سے زیادہ ہوگی مگر آپ کا اندازہ بیاں نہایت ہی عمدہ ہے ۔ میٹھی عربی زباں آپ کے منہ پر اور ہی شیریں معلوم ہوتی ہے ۔ اللہ تبارک وتعالی شیخ بوطی کا سایہ رحمت ہم مسلمانوں کے سروں پر تادیر قائم ودائم رکھے....آمین

مسجد القدم کی زیارت

دمشق کا ایک علاقہ " القدم " کے نام سے مشہور ہے ۔اس علاقے کے نام " قدم " رکھنے کی وجہ یہ ہوئی کہ یہاں ایک مسجد میں پتھر پر حضور اکرم ﷺ کے قدم مبارک کا نشان ہے ۔یہ پتھر " مسجد القدم " کے مین دروازہ کے ساتھ ایک چھوٹے سے کمرے میں لگایا گیا ہے ۔اگرچہ اس قدم مبارک کے نشان کی کوئی تاریخی حیثیت نظر سے نہیں گزری مگر جو بات ثابت ہے وہ حضور اکرم ﷺ کا تین مرتبہ شام کا سفر فرمانا ہے۔

اس قدم مبارک کی نسبت سے یہ علاقہ ،دکانیں ، بازار سب قدم شریف کے نام سے موسوم ہے ۔ حتی کے دمشق شہر کا اکلوتا ریلوے اسٹیشن بھی " محطة القدم " کے نام سے جانا جاتا ہے .

منارہ علم و فن (مجمع شیخ احمد کفتارو) کا خوبصورت منظر

حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا کے مزار کا دلکش منظر

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے مزار کا خارجی منظر

مؤذن رسول حضرت بلال حبشیؓ کی قبر مبارک پر لگا کتبہ

جبل قاسیون کی آنکھ سے دکھتا شہر علم فن دمشق کا ایک نظارہ

مسجد اموی کا وہ حجرہ مبارک جہاں حضرت یحیٰؑ کا سر مبارک دفن ہے

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی جالی مبارک

حضرت شیخ محی الدین رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک

عثمانی شاہکار جامع شیخ محی الدین کا داخلی منظر

ضریح حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

جامع اموی دمشق

روشنیوں میں نہاتی جامع اموی دمشق

حمص و حلب کی سیر

دمشق کے شمال میں چلیں تو 180 کلو میٹر کے فاصلے پر حمص واقع ہے۔ جسے اسلامی تاریخ کے اولعزم شمشیر آزما اور عبقری صفت جرنیل حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی تربت گاہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ پھر یہی سڑک آگے چل کر حماۃ پہنچ جاتی ہے جس کی نسبت علامۃ یاقوت حموی کی طرف ہے۔ آگے اسی خط پر شہر معرۃ النعمان آجاتا ہے جس کو مشہور شاعر ابو العلا المعری کے مزربوم ہونے فخر حاصل ہے۔ اور اسی شہر میں خلیفہ خامس حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کا مزار پر انوار بھی اپنی رونقیں لوٹا رہا ہے۔ اسی جانب ذرا آگے بڑھے تو کچھ داہنی طرف کو ہٹ کر حلب واقع ہے۔ یہ سب شہر ایک ہی سمت میں واقع ہیں لہٰذا ان شہروں کی زیارت کے لیے الگ الگ رخت سفر باندھنے کی ضروت نہیں پڑتی۔

اول الذکر شہر حمص رقبہ کے لحاظ سے شام کا سب سے بڑا صوبہ ہے جس کی آبادی تقریباً پندرہ لاکھ افراد پر مشتمل ہے۔ شہر انتہائی جدید طرز پر تعمیر کیا گیا ہے۔ سڑکیں کشادہ اور عمارتیں خوبصورت ہیں۔ حمص کو شام میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اس کے ایک طرف بحیرہ روم اور دوسری طرف صحراء جبکہ تیسری طرف دمشق اور چوتھی طرف حلب واقع ہے۔ یہاں کی اکثریت زیور تعلیم سے آراستہ ہے۔ حمص کی زرعی یونیورسٹی اور البعث یونیورسٹی بڑی مشہور ہے جس میں میڈیکل، انجینیرنگ اور سائنس کی تعلیم دی جاتی ہے۔ حمصی لوگ اتنے پڑھے لکھے اور شہری ہونے کے باوجود پورے شام میں (احمقانہ پن) میں مشہور ہیں۔ حمصیوں پر بنائے گئے فرضی لطیفے ہمیشہ لوگوں کی توجہ کا مرکز بنے رہتے ہیں۔ جبکہ راقم الحروف کے نزدیک یہ اہل حمص کی سادہ لوحی اور ایمانی سادگی ہے جس کا بے وقوفی اور احمقانہ پن سے دور کا بھی تعلق نہیں.

عجزت النساء أن يلدن مثل خالد

حمص شہر میں داخل ہوتے ہی اس عظیم المرتبت مجاہد، جنگجوں، بہادر اور نامور سپہ سالار کا مزار شریف آتا ہے کہ جس نے دنیائے کفر سے 125 لڑائیاں لڑی اور ایک میں بھی شکست نہ کھائی۔ اور جسے دنیا سیف اللہ المسلول خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے نام سے جانتی ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس ان کے کارنامے مختصرا لکھ کر آویزا کیے گئے ہیں۔ مزار سے متصل مسجد کافی بڑے رقبے پر محیط ہے جسے ظاہر بیبرس نے 653ھ میں بنوایا تھا اور اس مسجد کی تجدید نو متحدہ عرب امارات کے ایک شیخ نے اپنی جیب خاص سے کروائی ہے۔ یہ مسجد حمص کی بڑی مسجدوں میں شمار ہوتی ہے۔ مسجد کے احاطے میں ایک مدرسہ بھی جہاں بعض مشائخ درس دیتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے مزار کے ساتھ ہی آپ کے لخت جگر حضرت عبد الرحمان بن خالد بن ولید اور مزار کے سامنے حضرت عمر بن خطاب کے صاحبزادے عبید اللہ رضی اللہ عنہم اجمعین آرام فرمارہے ہیں۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انکا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا۔ مگر ذہبی نے لکھا ہے:

والصحيح موته بحمص وله قبر يزار[76]

ابن عبد البر نے الاستیعاب میں اور ابن حجر نے اصابہ میں اسی قول کی طرف رجحان ظاہر کیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک پر ہری چادر اور سر انور پر ہرا عمامہ شریف رکھا ہوا ہے۔ ضریح شریف کی چھت سے قبر کی جانب ایک قدیم تلوار لٹک رہی ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو جنگ موتہ کے بعد نبی پاک ﷺ نے سیف اللہ کا خطاب عطا کیا تھا۔ اور اسی حوالے سے علامہ اقبال نے فرمایا تھا ۔

[76] سیر اعلام النبلاء 1-384

سوچا بھی ہے اے مرد مسلماں کبھی تو نے

کیا چیز ہے فولاد کی شمشیرِ جگردار

قبضے میں یہ تلوار بھی آجائے تو مومن

یا خالد (رضی اللہ عنہ) جانباز ہے یا حیدر کرّار (رضی اللہ عنہ)

تعارف اور حالات زندگی

آپ رضی اللہ عنہ کا نام ابو سلیمان خالد بن ولید بن مغیرۃ تھا۔آپ کے چھ بھائی اور دو بہنوں میں سے ہشام اور ولید حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ایک قول کے مطابق ظہور اسلام کے وقت آپ 17 سال کے تھے۔

عرب کے رواج کے مطابق حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی پرورش بھی مکہ سے باہر دیہاتی ماحول میں ہوئی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بچپن ہی سے نہایت پھرتیلے، نڈر اور صاحب تدبیر تھے۔آپ نے ایسے ماحول میں ہوش سنبھالا جہاں شمشیر آرائی، جنگجویانہ سرگرمیاں آخر وقت تک سامنے ہوتی تھیں۔ نیز بازی، شہسواری، شمشیرزنی، جنگی داؤپیچ سے ہر وقت پالا پڑتا تھا۔ جوان ہو کر آپ رضی اللہ عنہ کی شجاعت کا رنگ نکلا اور آپ قریش کے منتخب جوانوں میں شمار ہونے لگے.

قبول اسلام سے پہلے

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی اپنے والد ولید کی طرح اسلام لانے سے پہلے اسلام کے شدید مخالف تھے۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہر کاروائی میں آگے آگے ہوتے۔ جنگ بدر واحد میں آپ کی صلاحیتیں اسلام کے خلاف صرف ہوئیں۔ احد میں آخری مرحلے میں جو مسلمانوں کو بظاہر شکست ہوئی اس کی بڑی وجہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ نے اس میدان کا نقشہ پلٹ دیا جس میں چند لمحے پہلے مکہ کے بڑے بڑے بہادر و سورما الٹے پاؤں بھاگ چکے تھے.

قبول اسلام

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام بھی غیر معمولی سے کم نہیں۔ مؤرخین کے مطابق صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے دل میں غیر محسوس طرپر اسلام کی محبت پرورش پانی شروع ہوئی ۔ وہ یہ بات دل و جان سے محسوس کرتے تھے کہ کسی نہ کسی وقت سارے عرب پر اسلام کا پرچم بلند ہونے والا ہے۔ اسی خیال سے انہوں نے قریب سے آنحضرت ﷺ کی نقل وحرکت،انداز گفتگوں، کردار اور اسوۃ حسنہ کا جائزہ لینا شروع کردیا۔ انہوں نے بہت جلد محسوس کیا کہ آپ ﷺ اور آپ کے اصحاب بہت ہی پاکیزہ زندگی گزارنے والے لوگ ہیں۔ ان کی سچائی ، بے نفسی، سادگی، حسن سلوک ، رعب وجلال اور فکر نظر کی جاذبیت دیکھ کر حد درجہ متاثر ہوئے۔

ادہر سرکار مدینہ ﷺ بھی حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور ان کی صلاحیتوں سے بے خبر نہ تھے۔آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے اس کی خبر ہوئی کہ خالد رضی اللہ عنہ کا دل اسلام کی روشنی سے منور ہورہا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے خالد رضی اللہ عنہ کے بھائی ولید سے فرمایا:

" خالد پر اسلام کی سچائی ظاہر ہو چکی ہے پھر وہ اسلام کیوں نہیں لاتا "

بس یہ بات سنتے ہی حضرت خالد رضی اللہ عنہ پروانہ وار مدینے تشریف لے آئے اور حضور ﷺ کے قدمین مبارک میں گر کر اسلام قبول فرمالیا۔

حضرت خالد بن ولید کی اسلامی خدمات

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا تھا کہ کفر پر غشی طاری ہو گی۔ صلح حدیبیہ کے بعد نبی کریم ﷺ کی زندگی کے چار سال اور اس کے بعد حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ادوار حکومت میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے کارناموں سے اسلام کی تاریخ مہر منیر کی طرح چمک رہی ہے۔

عرب میں مشہور تھا کہ جس جنگ میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ شریک ہونگے اس میں فتح غالب ہے۔ آپ قلّت و کثرت کے اعداد و شمار سے بے نیاز تھے۔ نپولین، ہٹلر، سکندر اور دنیا کا بڑے سے بڑا کوئی جرنیل حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی پرچھائیں تک نہ پہنچ سکا۔ جنگ موتہ سے لیکر ایران کی سب سے بڑی لڑائی تک کونسا موقع ہے جہاں اس اولعزم جرنیل کے انمٹ نقوش نے اسلامی تاریخ کو روشن نہیں کیا؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے پانچویں یا چھٹے سال میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ مزار شریف کے باہر واقع میدان میں سیمنٹ کی تلوار بنی ہوئی ہے جس پر آپ رضی اللہ عنہ کا مرض الموت میں فرمایا ہوا مشہور مقولہ درج ہے جس میں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

" میں نے عرصے تک مشرکین کے خلاف جہاد کیا اور بیسیوں جنگوں میں جام شہادت کی طلب میں جان توڑ کر لڑائی کی لیکن افسوس کہ شہادت کی آرزوں پوری نہ ہوئی۔ میرے جسم میں کوئی

جگہ ایسی نہیں جہاں تلوار یا نیزے کا نشان نہ ہو لیکن افسوس مجھے موت نے بستر پر آدبوچا۔ مجھے میدان جہاد میں شہادت نصیب نہ ہوئی "[77]

اسلام کا یہ بہادر سپاہی یہی حسرت لئے اللہ کو پیارا ہوگیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جب ان کے اثاثے کا جائزہ لیا گیا تو پتہ چلا کہ آپ نے ایک غلام ایک گھوڑے اور چند ہتھیار کے علاوہ کچھ نہ چھوڑا۔ اللہ اللہ دنیا کا سب سے بڑا جرنیل اور ذاتی اثاثے کی یہ کیفیت۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کی زندگی کا مقصد نہ ذاتی وجاہت تھا اور نہ پر تکلف عیش۔ بلکہ اعلائے کلمتہ الحق کی بلندی اور اس راہ میں جام شہادت نوش فرمانا.

تاریخی میوزیم

یہاں ایک تاریخی میوزیم بھی ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھا ہے۔ میوزیم کی قابل ذکر چیزوں میں ایک کمان ہے جو کافی بڑی ہے۔ اس کمان کی نسبت صحابی رسول حضرت سعد بن المدحاس رضی اللہ عنہ کی طرف کی جاتی ہے جو کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے نبال تھے۔ اس لیے بعض لوگوں کے نزدیک یہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے استعمال میں رہی ہوگی۔ میوزیم میں دیگر چیزوں کے علاوہ چند قدیم تلواریں اور رومن و اسلامی زمانے کے پرانے سکے بھی رکھے ہوئے ہیں تلواروں کے متعلق خیال آتا ہے کہ انھیں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں استعمال ہونے کا شرف حاصل ہوا ہوگا مگر **واللہ أعلم بحقیقة الحال.**

---

[77] الاصابہ 2-256

یہاں حمص شہر میں ہی ایک قبرستان ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے 235 صحابہ کرام۔رضی اللہ عنہم اجمعین۔اس قبرستان میں دفن ہیں۔تاریخ کی کتابوں میں آیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں یہاں ایک سخت معرکہ پیش آیا تھا جس میں ان تمام صحابہ کرام نے جام شہادت نوش فرمایا .

حضرت عمرو بن عبسہ کی قبر کی زیارت

حضرت عمرو بن عبسہ ابو نجیح السلمی رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام جلیل القدر صحابی ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ اسلام کی پھیلتی کرنوں میں سب سے پہلے مستفید ہونے والوں میں سے ہیں۔ یہاں تک کہ صحیح مسلم شریف کی ایک روایت میں ان سے یہ الفاظ منقول ہیں" لقد رأيتني وأنا ربع الإسلام [78]،، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ چوتھے نمبر پر مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ علماء آپ رضی اللہ عنہ کے اس قول کی تاویل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ نے یہ بات اپنے علم کے مطابق کہی۔ کیوں کہ حدیث و تاریخ کی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ آپ سے پہلے کچھ لوگ اور ایمان لاچکے تھے [79]۔جس چیز میں کسی کو اختلاف نہیں وہ آپ کا قدیم الاسلام ہونا ہے۔

حمص کے وسط میں " مسجد صغیر،، میں آپ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک ہے۔مسجد رقبہ کے لحاظ سے بہت چھوٹی ہے جو کہ پانچ چھ صفوں سے تجاوز نہیں کرتی شاید اسی وجہ سے مسجد کا نام " مسجد صغیر،، رکھا گیا

---

[78] دیکھیں : صحیح مسلم
[79] البدایہ والنهایہ 38/3

ہے۔ صفوں کے بیچوں بیچ قبر مبارک ہے لوح مزار پر آپ رضی اللہ عنہ کا پورا نام مع کنیت و نسبت کندہ ہے اور صحیح مسلم شریف میں موجود روایت کی بنیاد پر " رابع أربعة في الإسلام ،، بھی لکھا ہوا ہے۔

قریب میں ہی جامع مسجد النور واقع جس میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا درس حدیث ہوا کرتا تھا۔ مسجد کافی وسیع ہے محراب کے قریب ایک ستون کے پاس حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ درس حدیث دیا کرتے تھے .

وطن عزیز کی یاد

زائر جب حمص شہر کی بابرکت زیارتوں سے فارغ ہو کر معرۃالنعمان اور اس کے بعد حلب ورقہ کا سفر شروع کرتا ہے تو راستے میں تمام علاقے کو سرسبز وشاداب پاتا ہے۔ لوگ کھیتی باڑی میں مصروف ہوتے ہیں۔ جگہ جگہ ٹیوب ویل، زمینوں کو سیراب کرنے کے لیے پانی کے فوارے، دوسرے مال مویشیوں کا چرنا اور لوگوں کو ہل چلاتے اپنا دیدار کرانا یہ سب وطن عزیز کی یاد دلا دیتا ہے۔ راستے کے یہ علاقے بالکل سندھ اور پنجاب کی طرح ہیں۔ کھیت اور کھلیانوں کے ساتھ ساتھ سڑک کے کنارے جگہ جگہ زیتوں اور بادام کے باغات سنگ مرمر کو تراشنے اور دیگر تعمیراتی کاموں کے کارخانوں بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ لوگ بالعموم خوشحال اور صحت مند ہیں۔ ان سبزہ زاروں میں سفر کرتا زائر دو گھنٹے میں معرۃالنعمان پہنچ جاتا ہے .

www.fikreraza.org

معرۃالنعمان

معرۃالنعمان دمشق شہر سے 300 کلومیٹر اور حمص سے 150 کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔ تقسیم کے لحاظ سے یہ شہر صوبہ ادلب میں آتا ہے۔اس شہر میں قابل ذکر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک ہے جو ایک قلعہ نما عمارت میں واقع ہے جو شاید کسی زمانے میں عیسائیوں کا گرجا گھر رہی ہوگی۔آپ رضی اللہ عنہ کے قدموں میں آپ کی زوجہ فاطمہ بنت عبدالملک اور ایک خادم آرام فرمارہے ہیں۔ مورخین کے نزدیک آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی قبر کی جگہ بیس دینار اور بعض کے نزدیک دس دینار میں خریدی تھی۔ قبر مبارک بالکل مٹی کی کچی حالت میں ہیں گویا کہ آپ رضی اللہ عنہ مرنے کے بعد بھی شاہانہ جاہ وجلال اور شان و شوکت سے سخت بیزاری کا اظہار فرمارہے ہیں۔امام ابن کثیر نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی قبر حمص میں ذکر کی ہے[80]۔مگر دیگر علماء معرۃالنعمان میں آپ رضی اللہ عنہ کی قبر کو راجح قرار دیتے ہیں۔

امیر المومنین سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو پانچواں خلیفہ راشد تسلیم کیا گیا ہے۔ حدیث و سیر وتاریخ رجال کی کتابوں میں ان کے عدل وانصاف، خشیت وللّٰہیت، زہد و تقوی، فہم وفراست اور قضاء و سیاست کے بے شمار واقعات محفوظ ہیں اگر ان منتشر کلیوں کو جمع کیا جائے تو ایک بیش قیمت گلدستہ تیار ہوجاتا ہے۔ علماء نے آپ رضی اللہ عنہ کی سیرت پر مستقل کتابیں لکھی ہیں جن میں ''سیرۃابن جوزی'' معروف ومشہور ہے۔ غالباًاس موضوع پر سب سے پہلی اور نہایت شاندار کتاب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد الفقیہ ابو محمد عبداللہ بن عبدالحکم المالکی (م 214ھ) کی تالیف ہے۔اس کتاب کی جلالت قدر کا اندازہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے ان الفاظ سے کیا جاسکتا ہے:

---

[80] البدایۃ والنہایۃ 270/9

وقد جمع ابن عبد الحکم في مناقب عمر بن عبدالعزیز مجلّدا مشتملا علی جمیل سیرته وحسن طریقته و فیه من النفائس ما لا یستغنی عن معرفته والتأدب به[81]

ترجمہ: ”ابن عبد الحکم نے حضرت عمر بن عبد العزیز کے مناقب میں ایک کتاب لکھی ہے جو آپ کی سیرت جمیلہ اور حسن طریقت پر مشتمل ہے اور اس کتاب میں وہ نفائس ہیں جن کے علم و عمل سے استغناء ممکن نہیں“

امام احمد بن حنبل ﷫ شان عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ میں فرماتے ہیں:

”جب آپ دیکھیں کہ کوئی شخص حضرت عمر بن عبد العزیز سے محبت کرتا ہے ان کے محاسن کا ذکر اور اس کی اشاعت کا اہتمام کرتا ہے تو اس کا نتیجہ انشاء اللہ خیر ہی خیر ہے“

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پوتی تھیں اور آپ رضی اللہ عنہ کے والد مصر کے گورنر تھے۔ شاہانہ ماحول میں پرورش پانے کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ کی طبیعت سادگی و زہد پسند واقع ہوئی تھی۔ علم و فضل کے اعتبار سے آپ رضی اللہ عنہ امام وقت تھے۔ سلیمان بن عبد الملک کی وفات کے بعد 99ھ میں آپ رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے اور امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چلنا اپنا شعار بنایا اور عدل و انصاف کا ایسا نمونہ پیش کیا کہ خلافت راشدہ کی یاد پھر سے تازہ ہو گئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں رعایا خوش حال اور فارغ البال ہو گئی تھی۔

آپ رضی اللہ عنہ کی حکیمانہ سیاست اور پدرانہ شفقت کے باعث محتاجوں اور مسکینوں کا وجود بالکل ناپید ہو گیا تھا یہاں تک کہ لوگ صدقہ و خیرات لے کر فقیروں کی تلاش میں نکلتے مگر کوئی لینے والا نہ ملتا تھا۔ ڈھائی

[81] تهذيب الأسماء واللغات 1217/2

سال کی مختصر مدت خلافت میں آپ رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کر دکھایا وہ ایک معجزے سے کم نہیں اور اسی بناء پر آپ رضی اللہ عنہ کا عہد حکومت تاریخ اسلام کا ایک زریں باب شمار ہوتا ہے۔ ایک تعجب کی بات جسے آپ رضی اللہ عنہ کی کرامت بھی کہا جاسکتا ہے کہ خارجی فرقہ جو بنی امیہ کا جانی دشمن تھا اس نے بھی حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کی خلافت کو تسلیم کرلیا اور شورشوں سی کنارہ کش ہو کر امن کی زندگی بسر کرنے لگا تھا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کی متعدد اصلاحات اور عدل پسندی کے باعث اموی امراء آپ کے سخت خلاف ہو گئے تھے۔ انھیں خدشہ تھا کہ اگر یہی حالات رہے تو حکومت ان کے خاندان سے نکل جائے گی۔ چنانچہ سازش کرکے آپ رضی اللہ عنہ کے کھانے میں زہر ملادیا گیا جس سے آپ رجب 101ھ میں اپنے خالق حقیقی سے جاملے .

ایک نظر حلب پر

حلب سوریا کا " عاصمۃ التجاریۃ ،، تجارتی دارالخلافہ کہلاتا ہے۔انگلش میں اس شہر کو Aleppo کہتے ہیں۔ترکی کی سرحد سے 35 کلومیٹر اور دمشق سے 350 کلومیٹر دور یہ شہر شام کا دوسرا بڑا شہر ہے جس کی آبادی تیس لاکھ کے قریب ہے جس میں پچھتّر فیصد سنّی مسلمان اور باقی شیعہ، علوی، عیسائیوں کی ہے۔ پچاس سال پہلے تک یہاں یہودی بھی اچھی تعداد میں ہوتے تھے مگر جب اسرائیل کا ناجائز و ناپاک وجود معرض وجود میں آیا تو وہ اسرائیل میں جاکر آباد ہوگئے۔ حلب کی بڑی تاریخی حیثیت رہی ہے۔ ترکی اور روس کے زیر تسلط نئی آزاد ہونے والی ریاستوں کا مشرق وسطی کے ساتھ واحد رابطہ حلب کے ذریعے ہی ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ یہ شہر تین ہزار سال پرانا ہے۔ شہر کئی بار آباد ہوا اور کئی بار انسانوں کے بے رحم ہاتھوں برباد ہوا۔ حلب کا پرانا شہر تین میل کے علاقے میں آباد ہے جس کے ارد گرد پرانے شہروں کی طرح اب بھی دیوار موجود ہے۔ جبکہ نیا شہر دیوار سے باہر دور دور تک پھیلا ہوا ہے۔

صنعت و حرفت میں حلبی لوگوں کی دلچسپی قابل ستائش ہے۔ یہاں نظر آتی کثیر المنزلہ عمارتیں، پلازے، جدید فرنشڈ گھر، کارپیٹڈ سڑکیں، نکاسی آب کا بہتر انتظام، بڑے بڑے ہر قسم کے کارخانے اور ان سب کے ساتھ ساتھ قلعے، مساجد اور باغات میں اعلی درجے کی صناعی، پچی کاری، رنگوں کی آمیزش اور فن تعمیر کے اعلی اور حیران کن اصول حلبیوں کا صنعت و حرفت اور اسلامی ثقافت سے گہرے تعلق کو ظاہر کرتا ہے۔

اس عالیشان ترقی کے باوجود جس خوش کن چیز کا یہاں پہنچتے ہی زائر کو اندازہ ہوتا ہے وہ یہاں کی دین داری ہے جو کہ دمشق کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے۔ یہاں سڑکوں پر عورتوں کا پوری طرح برقعہ پوش اور سنت کے مطابق داڑھی شریف سجائے مردوں کا نظر آنا اس بات کی دلیل ہے۔اس مادہ پرستی کے دور

میں ایسے مناظر کو دیکھ کر اسلام کی ابدیت پر یقین میں اضافہ ہوتا ہے اور نگاہیں علامہ اقبال کے اس شعر کی تصدیق کرتی ہیں

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے

اتنا ہی وہ ابھرے گا جتنا کہ دباؤ گے

مشہد

حلب شہر میں داخل ہوتے ہی مشہد آتا ہے(اس نام کا ایک شہر ایران میں بھی واقع ہے جہاں حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کا مزار پرانوار ہے)۔ اہل شام کے نزدیک یہ وہی جگہ ہے کہ جہاں سے فوج یزید اسیران اہل بیت اور شہداء کے سرلے کر گزری تھی۔ یہاں اس واقعہ کی یاد میں آج کل ایک عظیم الشان قلعہ نما عمارت تعمیر کی گئ ہے۔ عمارت کا انتظام اہل تشیع حضرات کے ہاتھ میں ہے اور زائرین میں انہیں کی تعداد نظر آتی ہے۔ جن میں عراقی، خلیجی، ایرانی اور پاکستانی زائرین زیادہ ہوتے ہیں۔

یہاں پیش آنے والے واقعہ کو حضرت علامہ شفیع اوکاڑوی صاحب نے اپنی کتاب (شام کربلا) میں ذکر کیا ہے لہٰذا ان ہی کے کلمات میں کچھ تصرف کے ساتھ بیان کرتا ہوں......

" ابن زیاد نے اسیران اہل بیت اور شہداء کے سر یزید کے پاس دمشق بھیجے۔ راستہ میں ایک منزل پر اہل کتاب کا دیر (گرجا) آیا یہ لوگ رات گزارنے کی لیئے وہاں ٹھر گئے۔ دیر کے راہب نے قافلے میں جب شہداء کے سروں کو نیزوں پر اور چند بیبوں اور بچوں کو بحالت اسیری و مظلومیت دیکھا تو اس کے دل پر بہت اثر ہوا اس نے حالات دریافت کیے۔ جب اس کو سب کچھ معلوم ہوا تو سخت حیران ہو کر بولا:

تم بہت برے لوگ ہو کیا کوئی اپنے نبی کی اولاد کے ساتھ بھی ایسا سلوک کر سکتا ہے جیسا تم نے کیا؟

پھر اس راہب نے اس گروہ اشقیاء سے کہا اگر ایک رات کے لیے تم اپنے نبی کے نواسے کا سر میرے پاس رہنے دو اور ان بیبیوں کی خدمت کا موقع مجھے دو تو میں تم کو دس ہزار دینار دیتا ہوں۔ وہ درہم و دینار کے بندے اس پر راضی ہو گئے۔ راہب نے ایک صاف ستھرا کمرہ بیبیوں کو رات گزارنے کے لیے پیش کر دیا اور اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے کہا تمہیں کسی بھی چیز کی ضروت ہو تو مجھے بتاؤ میں اگرچہ مسلمان نہیں لیکن میرے دل میں تمھارے خاندان کے لئے بہت عزت ہے۔ بیبیوں نے اس کی ہمدردی کا شکریہ ادا کیا اور اس کو دعائیں دی۔ راہب نے رقم ادا کرنے کے بعد حضرت امام کا سر انور لیا اور اپنے خاص کمرے میں جا کر سر اقدس، چہرہ مبارک، مقدس زلفوں اور داڑھی مبارک کے بالوں پر جو غبار اور خون وغیرہ جما ہوا تھا اسے دھو کر صاف کیا اور عطر و کافور لگا کر معطر کیا اور بڑے ادب و تعظیم کے ساتھ زیارت کرنے لگا۔ اس کی تعظیم و تکریم و حسن سلوک کی وجہ سے اللہ تعالی اس سے راضی ہوا اور اس نے اپنی رحمتوں کے دروازے اس پر کھول دیے۔ اس پر گریہ طاری ہوا اور اس کی آنکھوں سے پردے اٹھ گئے۔ اس نے کیا دیکھا کہ سر انور سے آسمان تک نور ہی نور تھا۔ جب اس نے سر انور کی کرامت اور انوار تجلیات کا مشاہدہ کیا تو بے ساختہ اس کی زبان پر جاری ہوا:

أشهد أن لا إله إلا الله و أشهد أن محمد رسول الله

چونکہ اس نے دنیا کی دولت قربان کی تھی اللہ تعالی نے اس کو ایمان کی دولت عطا فرمادی۔ اس نے سر انور کا ادب کیا تھا اور ادب کرنے والے بد نصیب و بے ایمان نہی رہ سکتے۔ اللہ تعالی نے اسے بانصیب و باایمان بنادیا۔ اس نے رسول زادیوں کی دعائیں حاصل کی تھیں وہ دعائیں رنگ لائیں اور اس کی تقدیر بدل گئی -

چنانچہ اس نے دیر کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا اور اہل بیت اطہار کا خادم و مطیع بن گیا[82] ؎

سر اقدس انھوں دیا نے اس کو رقم لے کر

دیا راہب نے پھلے غسل پھر خوشبوں ملی اس پر

ادب کے ساتھ بیٹھا اس کو اپنے سامنے رکھا

گزاری رات بھر اس طرح جب وہ دیکھتا روتا

جو نازل ہوتے تھے انوار رحمت آپ کے سر پر

نظر آتا رہا راہب کو ان انوار کا منظر

اسی باعث وہ مذہب سے اپنے ہو گیا سے تائب

بہ اخلاص و عقیدت مسلمان ہوگیا راہب،،

[82]دیکھیں : شام کربلا، حضرت شفیع اوکاڑوی

جامع اموی الکبیر

حلب کے اہم اثار و مقامات میں سے ایک جامع اموی الکبیر ہے جو یہاں کی سب سے بڑی اور قدیم وتاریخی مسجد ہے۔ جیساکہ گزرااسی نام کی ایک مسجد دمشق میں بھی ہے۔ یہ مسجد اموی خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے 97ھ میں تعمیر کروائی تھی۔ مسجد دو بار آتش زدگی کا شکار ہوئی۔ پھر 1159ء میں سلطان نورالدین زنگی ﷫ نے اس کی تعمیر نو کی اور بعد میں ملک ظاہر بیبرس نے مسجد کو اسکی موجودہ شکل تک پہنچایا۔ جامع اموی کبیر اپنے حسن وجمال میں کسی بھی صورت جامع اموی دمشق سے کم نہیں تھی جس کا اندازہ ابن جبیر کی عبارتوں سے کیا جاسکتا ہے جو انہوں نے اپنے سفر نامے میں ذکر کیں۔ ابن جبیر نے 580ھ میں اس مسجد کی زیارت کی اور لکھا:

إنّه من أحسن الجوامع و أجملها

ابن جبیر نے اس مسجد کے منبر و محراب کا بطور خاص ذکر کیا ہے۔ مسجد کا چکور مینارہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے جسکی لمبائی 50 میٹر ہے۔اس مینارہ کی تعمیر نو 873ھ میں ہوئی۔ مسجد میں داخل ہوتے ہی ایک بہت بڑا صحن ہے جس میں استعمال کیے ہوئے پتھر سخت گرمی میں بھی ٹھنڈے رہتے ہیں۔ صحن اور مسجد کی دیواروں میں پیلے رنگ کے پتھر استعمال کیے گئے ہیں جو آنکھوں کو بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ عین وسط صحن میں فوارہ ہے جو وضوء کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ مسجد کی لمبائی 150 میٹر اور چوڑائی 100 میٹر کے قریب ہے۔ دیواروں کی موٹائی دو میٹر اور لمبائی 9 میٹر تک جاتی ہے۔ اہل حلب کی خوش قسمتی کے اس مسجد میں بھی ہر نماز کے بعد معروف علمائے کرام کا مختلف علوم وفنون کا درس ہوتا ہے۔ مسجد کے مصارف واخراجات کے لیے بہت سے مخیّر حضرات کی طرف سے دکانیں، زمینیں وغیرہ وقف ہے۔

حرم مسجد میں محراب سے دائیں جانب اللہ ﷻ کے نبی حضرت زکریا ﵇ کامزار مبارک ہے۔ مزار مبارک کو تین طرف سے دیواروں اور ایک طرف سے جالی سے بند کیا گیا ہے جسکا رخ حرم مسجد کی

طرف ہے۔ جالی شریف کے اوپر دیوار پر **الصّلوة والسّلام عليك يا نبيّ الله زكريّا** لکھا ہوا ہے۔ زیارت کے لیے مردوں اور عورتوں کے لیے الگ الگ جگہ خاص ہے۔ مزار شریف نہایت صاف ستھری حالت میں ہے۔ ہمہ وقت بیسیوں وزارت اوقاف سوریا کے خدام مسجد مزار کی صفائی ستھرائی اور دیگر انتظامات کے لیے موجود ہوتے ہیں۔ ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ شام میں ہر وہ جگہ جو امم سابقین سے تعلق رکھتی ہے وہاں سفید چمڑی والے یورپی سیاح گھومتے پھرتے، تصاویر بناتے، ہنستے کھیلتے، دکانوں پر چیزیں دیکھتے، اپنے مخصوص پرفیوم کا استعمال کرتے اور پرانے دنوں کو یاد کرتے نظر آتے ہیں۔ ان لوگوں کا یہاں ایسے گھومنا یہاں کے امن پر دلالت کرتا ہے.

حضرت زکریا علیہ السلام

حضرت زکریا علیہ السلام اللہ تبارک و تعالی کے بڑے برگزیدہ پیغمبر گزرے ہیں۔ اللہ تعالی نے آپ علیہ السلام کا نام مبارک قرآن پاک میں آٹھ جگہ ذکر فرمایا اور حضرت عیسی علیہ السلام سے پہلے آپ کو بنی اسرائیل میں مبعوث فرمایا۔ آپ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو اس وقت دعوت الی اللہ اور ایک اللہ کی بندگی کی طرف بلایا جب بنی اسرائیل میں خوب شرک اور فسق و فجور پھیلا ہوا تھا یہاں تک کہ وہ لوگ خداوند قدّوس اور دارالآخرۃ کو بھول چکے تھے۔ ظالم حکّام ان پر مسلط ہو چکے تھے جنہوں نے زمیں پر خوب فساد پھیلایا اور بنی اسرائیل کے انبیاء و صلحاء کا قتل عام کیا۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو دعوت الی اللہ اور بنی اسرائیل کی خیر خواہی کے بدلے میں اپنی قوم سے تکذیب، تمسخر اور استہزا ملا۔ پاک باز مومن نفوس پر تکذیب، ٹھٹھے اور مذاق کا اثر تلواروں، قید خانوں اور جسمانی تعذیب سے زیادہ سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ کسی عربی شاعر نے کہا۔

وظلم ذوي القربى أشدّ مضاضة   على النّفس من وقع الحسام المهنّد

ترجمہ: قریبیوں اور رشتہ داروں کا ظلم دل پر ہندی تلوار سے زیادہ کاری ضرب لگاتا ہے۔

اور جب حضرت زکریا علیہ السلام کو اپنی قوم کی طرف سے بڑھاپے میں سنگین مصائب کا سامنا کرنا پڑا تو آپ علیہ السلام نے اللہ تبارک و تعالی سے رجوع کیا کہ مجھے اولاد عطا فرما جو میری وارث بنے اور بنی اسرائیل کو تیری طرف بلانے میں میری مدد کرے۔ قرآن پاک کی سورہ مریم میں ارشاد خداوندی ہوا:

﴿ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهُۥ زَكَرِيَّآ ۝٢ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُۥ نِدَآءً خَفِيًّا ﴾ (مریم:1-9)

ترجمہ: "یہ مذکور ہے تیرے رب کی اس رحمت کا جو اس نے اپنے بندہ زکریا پر کی جب اس نے اپنے رب کو آہستہ پکارا عرض کی اے میرے رب میری ہڈی کمزور ہو گئی اور سر سے بڑھاپے کا بھبھوکا پھوٹا اور اے میرے رب میں تجھے پکار کر کبھی نامراد نہ رہا اور مجھے اپنے بعد اپنے قرابت والوں کا ڈر ہے اور میری عورت بانجھ ہے تو مجھے اپنے پاس سے کوئی ایسا دے ڈال جو میرا کام اٹھالے وہ میرا جانشین ہو اور اولاد یعقوب کا وارث ہو اور اے میرے رب اسے پسندیدہ کر"

اللہ تبارک و تعالی نے اپنے اس برگزیدہ بندے کی فریاد سن لی اور ارشاد فرمایا:

" اے زکریا ہم تجھے خوشی سناتے ہیں ایک لڑکے کی جن کا نام یحیٰی ہے اس کے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی نہ کیا"

روایتوں میں آیا کہ طلب ولد کے وقت آپ علیہ السلام کی عمر پچہتر یا اسّی برس[83] اور بعض کے نزدیک ننیانوے برس[84] جبکہ آپ علیہ السلام کی زوجہ کی عمر اٹھانوے سال تھی۔ آپ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی:

---

[83] تفسیر نعیمی
[84] النبوۃ والأنبیاء 321

"عرض کی اے میرے رب میرے لڑکا کہاں سے ہوگا میری عورت تو بانجھ ہے اور میں بڑھاپے سے سوکھ جانے کی حالت کو پہنچ گیا"

مگر قدرت الہی ہی معجزے اور خوارق فرماتی ہے:

"فرمایا ایسا ہی ہے تیرے رب نے فرمایا وہ مجھے آسان ہے اور میں نے تو اس سے پہلے تجھے اس وقت بنایا جب تو کچھ بھی نہ تھا"

حلب کا قلعہ

حلب کی جامع مسجد سے چند قدم کے فاصلے پر ہی حلب کا مشہور تاریخی اور عجیب و غریب قسم کا قلعہ واقع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ قلعہ صلاح الدین ایوبی ﷫ کے بیٹے ظاہر غازی نے بارہویں صدی میں تعمیر کروایا تھا۔ قلعہ زمین سے پانچ سو گز اونچا اور تنور کی مانند گولائی میں ہے۔ ارد گرد ایک گہری خندق ہے ۔جس میں زمانہ قدیم میں پانی بھر دیا جاتا تھا تاکہ دشمن قلعہ میں داخل نہ ہوسکے۔ قلعے کے اندر دو مسجدیں ہیں ایک جامع ابراہیم الخلیل جسے نورالدین زنگی نے 1162ء کو بنوائی تھی اور دوسری جامع الکبیر ۔اب یہاں آبادی تو نہیں لیکن دنیا بھر کے سیاح اسے دیکھنے ضرور آتے ہیں۔ ان سیاح میں ترکی، لبنان اور دوسرے عرب ممالک کے نوجوانوں کی تعداد بھی ہوتی ہے جن کے رنگ ڈھنگ دیکھ کر اقبال یاد آجاتے ہیں ؎

وضع میں تم ہو نصاری تو تمدن میں ہنود

یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

"یہ بات آپ کی سمجھ میں آنے والی نہیں ہے"

بعض مؤرخین کے نزدیک حلب میں ہی حضرت شاہ شمس تبریزؒ کی مولانا جلال الدین رومیؒ سے ملاقات ہوئی تھی۔اس ملاقات کا نقشہ صاحب "پیغمبروں کی سرزمین" نے کچھ یوں کھینچا ہے:

"اسی حلب میں حضرت شاہ شمس تبریز کی مولانا جلال الدین رومی سے ملاقات ہوئی تھی۔ مجھے یوں محسوس ہونے لگا جیسے اسی چوک کے ساتھ تالاب کنارے مولانا رومی بیٹھے لکھنے میں مصروف تھے کہ اچانک شاہ شمس تبریز وہاں تشریف لائے اور مولانا صاحب سے پوچھنے لگے:

آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟

مولانا نے ایک ننگ دھڑنگ انسان کو دیکھا تو لاپروائی برتتے ہوئے جواب دیا: "یہ بات آپ کی سمجھ میں آنے والی نہیں ہے" اس پر شاہ تبریز نے مولانا کی کتابیں اٹھا کر تالاب میں پھینک دی۔ اس حرکت پر مولانا سخت ناراض ہوئے۔ غصے میں شاہ شمس تبریز کو برا بھلا کہنے لگے۔ تب شاہ تبریز مسکرائے اور تالاب میں ہاتھ ڈال کر کتابیں نکال کر مولانا کو پیش کیں۔ مولانا نے دیکھا پانی سے نکالی جانے والی بالکل خشک ہیں۔ مولانا رومی نے شاہ تبریز سے پوچھا یہ کیسے ہوا؟ شاہ تبریز نے جواب دیا:

"یہ بات آپ کی سمجھ میں آنے والی نہیں ہے"

مولانا رومی دانا آدمی تھے۔ ساری بات سمجھ گئے۔ اسی وقت معافی مانگی اور شاہ شمس کی مریدی میں سر جھکا دیا۔ مرشد کی ایک نگاہ نے مولانا رومی کی دنیا بدل کر رکھ دی اور اس حقیقت کو فوری پا گئے جسے پانے کے لیے انسان زندگی بھر خاک چھانتے ہیں" [85]

شیخ عبد اللہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ

سکونت شام کے دوران مشائخ واساتذہ سے جن حضرات علمائے کرام کا کثرت سے تذکرہ سنا ان میں سے ایک حضرت شیخ عبداللہ سراج الدین الحسینی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جن کی قبر شریف قلعہ حلب سے قریب ہی مدرسہ شعبانیہ میں واقع ہے۔ محدث کبیر حضرت شیخ عبداللہ سراج الدین حفظ حدیث میں قرون اولی کی یادگار تھے۔ حضرت موصوف نہ صرف وراثت رسول کے امین با تمکین تھے۔ بلکہ ان کے تزکیہ نفوس وتربیت رجال کا زمانہ شاہد ہے۔ آپ نے 1924ء میں حلب کے ایک علمی گھرانے میں آنکھ کھولی۔ 1980ء میں جب ملک شام کی زمین اہل علم پر تنگ ہو گی تھی تو آپ نے بھی مدینہ شریف کو ہجرت فرمائی [86]۔ آپ کی ایک تالیف "محمد رسول اللہ ﷺ شمائلہ الحمیدہ، خصائلہ المجیدہ" جس میں آپ نے خصائل، شمائل، خصائص و فضائل مصطفیٰ ﷺ ذکر فرمائیں ہیں اور اس کتاب میں ایک بحث میلادالنبی کے حوالے سے بھی ذکر فرمائی ہے بہت مشہور و معروف ہے۔ اس کے علاوہ فن مصطلح حدیث پر "شرح منظومہ بیقونیہ" بھی اپنی مثال آپ ہے۔ آپ اہل سنت والجماعت کو حب رسول ﷺ سے سرشار کرتے صلوۃ وسلام، حقوق اللہ

---

[85] دیکھیں : پیغمبروں کی سرزمین ،90 ، یعقوب نظامی ، نگارشات پبلشرز لاہور

[86] حضرت سیخ عبد اللہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ ، فضائل و مناقب اور آپ کی کرامات کے مطالعہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں آپ کے بھانجے ، داماد اور تلمیذ رشید ڈاکٹر شیخ نورالدین عتر کی تالیف "صفحات من حیاة الامام شیخ الاسلام الشیخ عبداللہ سراج الدین"

اور حقوق العباد کی پاسداری کا خوگر بنانے کے لیے انتہائی خوبصورتی کے ساتھ محبت و الفت کے ماحول میں ایک مذہبی پلیٹ فارم پے جمع کرتے رہے یہاںتک کہ آپ کو 2002/3/4 کو موت نے آلیا۔

نہر فرات

حلب سے رقہ کے لیے نکلے تو کبھی نہر فرات اور کبھی صحراء ساتھ ساتھ چلتے نظر آتے ہیں۔ راستے میں نظر آتے لوگ اور ان کے میلے کپڑے، خستہ رہائش علاقے کی غربت کی چغلی کھاتا ہے۔ نہر فرات سوریا کی سب سے بڑی نہر ہے جس سے سوریا اپنی پانی اور بجلی کی ضرورتیں پوری کرتا ہے۔ نہر فرات ارمینیا، ترکی، سوریا سے ہوتی ہوئی عراق جاتی ہے جہاں دجلہ سے ملنے کے بعد بحیرہ عرب میں گرتی ہے۔ 2330 کلومیٹر لمبی اس نہر کا پانی کسی زمانے میں صاف ستھرا ہوا کرتا ہوگا مگر اب اس نہر کا بھی وہی حال ہے جو اسلامی ممالک سے بہنے والی دوسری نہروں کا ہے۔

یہ وہی نہر فرات ہے کہ جس کا پانی یزیدی فوج نے نواسہ رسول حضرت امام حسین ﷛ اور آپ کے ساتھیوں پر بند کردیا گیا تھا۔ وہ نہر فرات کہ جو ہزاروں سال سے دنیا کو سیراب کر رہی ہے۔ ہزاروں سال سے جس کا پانی فضائے آسمانی کی طرح موجیں مار رہا ہے اسی فرات کا بے حساب پانی ان سیاہ باطنوں نے خاندان رسالت ﷺ پر بند کردیا تھا۔ اہل بیت کے چھوٹے چھوٹے خوردسال فاطمی چمن کے نونہال خشک لب، تشنہ دہان تھے۔ نادان بچے ایک ایک قطرے کے لیے تڑپ رہے تھے۔ نور کی تصویریں پیاس کی شدت میں دم توڑ رہی تھیں۔ بیماروں کے لیے دریا کا کنارہ بیاباں بنا ہوا تھا۔ آلِ رسول ﷺ کو لب آب پانی میسر نہ آتا تھا۔ سرِ چشمہ تیمّم سے نمازیں پڑھنا پڑتی تھیں۔ چھوٹے چھوٹے بچے اور بیبیاں سب پیاس سے **العطش العطش** پکارتے تھے۔ جماعت اشقیاء یہ سمجھتی تھی کہ شیرانِ حق کے حملے کی تاب لانا

مشکل ہے۔ لہٰذا لشکر امام عالی مقام رضی اللہ عنہ پر پانی بند کر دیا جائے۔ پیاس کی شدت اور گرمی کی حدت سے قوی مضمحل ہو جائیں ضعف انتہا کو پہنچ چکے تب جنگ شروع کی جائے۔ یہاں کسی شاعر کا یہ قول یاد آ رہا ہے ؎

حاکم کا یہ حکم تھا پانی بشر پئیں گھوڑے پئیں اونٹ پئیں اہل ہنر پئیں

سب چرند و پرند پئیں منع تم نہ کیجیو پر فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے لال کو پانی نہ دیجیو

رقہ

رقہ نہر فرات کے کنارے ایک صحراء کا نام ہے جو اب بڑھ کر شہر ہو چکا ہے۔ رقہ دمشق شہر سے 500 اور حلب سے 200 کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔ شہر فرات کے دونوں طرف واقع ہے اور فرات کو عبور کرنے کے لیے شہر میں کئی پل ہیں۔ فرات میں چلتی کشتیاں اور آبی پرندوں کی قلا بازیاں اور شام ہوتے ہی لوگوں کا مچھلی کے شکار کے لیے جمع ہونا اس نہر اور شہر کے حسن میں چار چاند لگا دیتا ہے۔ دس لاکھ کی آبادی پر مشتمل اس جگہ کا پرانا نام صفین ہے۔ اس مقام پر شیر خدا حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ اور کاتب وحی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان 37ھ میں جنگ ہوئی تھی جو تاریخ میں "جنگ صفین،، کے نام سے مشہور ہے۔

اس جنگ کے بارے میں صحیح موقف۔ جو افراط و تفریط اور غلو و بے باکی سے پاک ہو۔ اعتدال و وسطیت کا موقف ہے۔ جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ بھی ہے:

﴿ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا ﴾ (البقرة:١٤٣)

ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم تمام صحابہ کرام ۔رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ خاص طور پر مہاجرین وانصار میں سے سابقین اولین کے ساتھ محبت و عقیدت رکھیں۔اسی طرح ان کے ساتھ بھی جنھوں نے احسان کے ساتھ ان کی اتباع و پیروی کی۔ ہم ان کے فضل و کمال ان کے خصائص و درجات کا لحاظ کریں جیساکہ اللہ تبارک وتعالی نے بذات خود قرآن پاک میں اور سرور کائنات ﷺ نے احادیث میں ان کے بارے میں بیان فرمایا ہے۔اور ان کے مشاجرت کے سلسلے میں سکوت اختیار کریں۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کے مابین جو کچھ پیش آیا اس کے بارے میں یہ عقیدہ رکھیں کہ اس کی بنیاد تاویل و اجتہاد ہے۔ کیوں کہ ان میں سے ہر ایک اپنے بارے میں یہ سمجھتا تھا کہ میں ہی حق پر ہوں جیسے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے گروہ کے افراد سے فرمایا کرتے تھے:

" ہم ان سے اس وجہ سے نہیں لڑتے ہیں کہ ہم ان کی تکفیر کرتے ہوں اور نہ ہی اس لئے لڑتے ہیں کہ انہوں نے ہماری تکفیر کی ہو۔ لیکن ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ہی حق پر ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہی حق پر ہیں"

اسی لیے ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم ائمہ کے نقش قدم پر چلیں۔ نہ ہم ان پر طعن و تشنیع کریں اور نہ صحابہ کرام ۔رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ میں سے کسی کو برا بھلا کہیں تاکہ ہم اللہ تبارک وتعالی کے اس قول کے مصداق بن سکیں:

﴿ وَٱلَّذِينَ جَآءُو مِنۢ بَعۡدِهِمۡ يَقُولُونَ رَبَّنَا ٱغۡفِرۡ لَنَا وَلِإِخۡوَٰنِنَا ٱلَّذِينَ سَبَقُونَا بِٱلۡإِيمَٰنِ وَلَا تَجۡعَلۡ فِي قُلُوبِنَا غِلّٗا لِّلَّذِينَ ءَامَنُواْ رَبَّنَآ إِنَّكَ رَءُوفٞ رَّحِيمٌ ﴾(الحشر:۱۰)

ترجمہ: اور وہ جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ اے رب ہمارے تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے .

حضرات شہداء صفین کے مزارات کی حاضری

جیساکے گزرا یہ وہ جگہ ہے جہاں جنگ صفین ہوئی تھی۔ لہٰذا نہر فرات کو عبور کرنے کے بعد جوں ہی شہر میں داخل ہوں دائیں طرف حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام و تابعین عظام کے مزارات ہیں جو اس جنگ صفین میں شہید ہوئے تھیں۔ مزار شریف بہت وسیع رقبے پر محیط ہے۔ مین دروازے سے داخل ہوتے ہی ایک تختی پر تمام شہداء کے نام درج ہیں مگر مزار صرف تین حضرات کا ملتا ہے۔ دو منزلہ مزار کی عمارت بہت ہی پر کشش اور جاذب نظر ہے۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے روضے کی اندرونی و بیرونی دیواروں پر خوبصورت نقش و نگاری کی گئی ہے۔ شیشہ اس طرح نصب ہے کہ گمان ہوتا ہے جیسے یہ شیشے کی دیواریں ہوں۔ صبح کے وقت جب سورج کی پہلی کرن مزار شریف کی دیواروں پر پڑتی ہے تو یہ شیشے پورے ماحول میں ایک ایسا مسرور کن منظر پیش کرتے ہیں کہ زائر حیران اور دنگ رہ کر اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد و ثناء میں مصروف ہو جاتا ہے۔ روضے کی دیواروں پر آپ حضرات کے فضائل پر مبنی احادیث کندہ ہیں۔ روضے کے اندر فانوس جگ مگ کر رہے ہیں۔ روضے کے ارد گرد ویسی ہی سنہری جالیاں ہیں جیسی کے کربلا، نجف اور بغداد کے مزارات پر ہیں۔

دائیں طرف حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور صحن کو عبور کرکے بائیں جانب حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا مزار پر انوار ہے۔ایک ایسے عاشق رسول ﷺ کا مزار کے جس کے عشق کی نہ تو تشریح ممکن ہے اور نہ ہی انتہاں سمجھی جاسکتی ہے۔ اور یہ ہی والہانہ عشق رسول ﷺ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی زندگی کا حاصل بنا اور آپ کو ابدی زندگی دے گیا جو قیامت تک آپ رضی اللہ عنہ کے اسم مبارک کو حیات رکھے گا۔ایک ایسے دیوانہ رسول ﷺ کا مزار کہ جس کا ذکر سنتے ہی ہر غلام مصطفیٰ ﷺ کے دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے۔اور ہزاروں صدیاں گزرنے کے باوجود جسکی بے پناہ قدر و منزلت ہم مسلمانوں کے دلوں میں ہے کہ؎

منزل عشق کا مینار اویس قرنی رضی اللہ عنہ

عاشق سید ابرار ﷺ اویس قرنی رضی اللہ عنہ

ان مزارات اور مشہد کی زیارت گاہ میں ایرانی فن تعمیر کی جھلک بڑی واضح نظر آتی ہے۔اس مزار کی تعمیر بھی اور آج تک کی خدمات کا خرچہ حکومت ایران برداشت کرتی ہے۔یہاں اہل تشیع حضرات کا دارالافتاء اور ایک کتب خانہ بھی ہے۔مزار کی دوسری منزل پر واقع کمرے زائرین کو بلاقیمت رہائش کے لیے دیے جاتے ہیں۔

حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ

حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ یمن کے ایک شہر قرن میں پیدا ہوئے اسی نسبت سے آپ رضی اللہ عنہ قرنی کہلاتے ہیں۔آپ کے والدین دین سلیمانی کے پیروکار تھے۔آپ کے والد نہایت شریف النفس اور نیک انسان تھے۔حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ بچپن میں ہی والد کے سایہ شفقت سے محروم ہو گئے اور بچپن ہی سے نابینا اور ضعیف والدہ کی کفالت کا بوجھ آپ رضی اللہ عنہ کے کاندھوں پر آن پڑا۔اس لیے آپ رضی اللہ عنہ کو

بچپن سے ہی محنت مزدوری کرنی پڑی۔آپ رضی اللہ عنہ لوگوں کے اونٹ چراتے اور جو آمدنی ہوتی اس سے اپنااور اپنی والدہ کا پیٹ پالتے ۔ حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے لباس اور حلیہ کو دیکھ کرلوگ آپ کو دیوانہ سمجھتے اور جب آپ رضی اللہ عنہ بازار یا سڑک سے گزرتے آپ رضی اللہ عنہ پر پتھر برساتے۔

جب اسلام کا سورج پوری آب وتاب کے ساتھ طلوع ہوا تو اس کی کرنیں سرزمیں یمن پر بھی پڑیں۔ آنحضرت ﷺ کا چرچا یمن کے لوگوں نے بھی سنا۔جب حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ اسم محمد اور دین اسلام سے آشنا ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ کا دل اسلام کی روشنی سے منور ہوگیا اور آپ کے دل نے گواہی دی کہ محمد ﷺ نبی آخرالزمان ہیں۔ لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ کلمہ شریف پڑھ کر نہ صرف مسلمان ہوگئے بلکہ سرکار مدینہ ﷺ سے ایسا عشق کرنے لگے کے جسکی مثال تاریخ عشق و محبت میں نہیں ملتی۔آپ رضی اللہ عنہ نبی پاک ﷺ کے عشق میں مرغ بسمل کی طرح تڑپتے تھے۔آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ نہایت ہی ضعیف اور بصارت سے محروم تھیں۔ان کا آپ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی خیال رکھنے والا نہ تھا۔اس لیے آپ ان کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتے تھے۔اس وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ ﷺ کا چشم ظاہری سے دیدار نہ کرسکے۔

جس حضرت خواجہ اویس قرنی کے فضائل و مناقب دو جہاں کے سردار ﷺ بیان فرمائے اس کے مقام کو بیان کرنا قلم وقرطاس کے بس میں کہا؟ نبی پاک ﷺ آپ رضی اللہ عنہ کو خیر التابعین کہ کر یاد فرمایا کرتے تھے۔ اسی طرح سرکار عالی وقار ﷺ یمن کی طرف رخ فرماتے سینہ مبارک سے کپڑا اٹھاتے اور فرماتے:

إنّی لانتشق روح الرحمن من طرف الیمن

"میں یمن کی طرف سے نسیم رحمت پاتا ہوں"

ان احادیث کو جن میں حضرت اویس قرنی ﷺ کا تذکرہ خیر ملتا ہے حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "جمع الجوامع" میں اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مشکوۃ شریف کے آخری باب "تذکرہ یمن و شام" کے تحت اور حضرت ملا علی قاری نے رسالہ "معدن العدنی" میں تحریر فرمایا ہے.

مقام تدفین میں اختلاف

اللہ تبارک و تعالی کے برگزیدہ بندوں میں سے بعض مستور ہوتے ہیں انہیں میں سے ایک حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ نے جس طرح پوشیدہ رہ کر زندگی گزاری اسی طرح وصال کے بعد بھی مستور رہے۔ کوئی بھی تاریخ دان آپ رضی اللہ عنہ کے مقام تدفین کے بارے میں واضح مقام متعین نہ کرسکا۔ بعض مورخین نے آپ رضی اللہ عنہ کے سات مزار مختلف مقامات پر ذکر کیے ہیں۔

1- مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب " شواہد النبوۃ،، میں تحریر کرتے ہیں کہ: حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ آذربائیجان گئے اور وہاں آپ کا انتقال ہوا۔آپ رضی اللہ عنہ کا یہ سفر سفرِ جہاد تھا۔علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے ملتی جلتی روایت اپنی کتاب " شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور،، میں ذکر کی ہے۔

2- کچھ روایات کے مطابق ملک یمن کے شہر زبید کے باہر شمال کی جانب آپ رضی اللہ عنہ کا مزار پر انوار زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

3- مشہور و معروف روایت جسے امام یافعی، شیخ فریدالدین عطار، ملّا علی قاری، شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور دوسرے علماء رحمۃ اللہ علیہم نے ذکر کیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہدہ خلافت میں آپ رضی اللہ عنہ کی

طرف سے جنگ صفین میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ شہادت کے بعد دیکھا گیا تو آپ ﷺ کے جسم مبارک پر چالیس سے زائد زخم تھے۔

حضرت سیدنا اویس قرنی ﷺ کے نام سے جتنے بھی مزار مبارک منسوب ہیں ان سب سے لوگ فیض یاب ہوتے ہیں۔ اور کیوں آپ ﷺ سے منسوب ہر مقام چشمہ فیض نہ ہو کہ آپ حبیب مصطفیٰ ﷺ کے سچے عاشق، پیکرِ مہر و وفا اور صاحب مستجاب الدعوات تھے .

شریعت و عشق میں تطبیق

حضرت خواجہ اویس قرنی ﷺ کا ایک بہت مشہور واقعہ آپ ﷺ کے حوالے سے ہی کتب میں تواتر سے ذکر کیا جاتا ہے اور جس واقعہ کو راقم الحروف کے کان بچپن سے سنتے آرہے ہیں کہ: غزوہ اِحد میں مسلمانوں کو بہت نقصان اٹھانا پڑا اور سب سے عظیم نقصان سرور کونین ﷺ کے دندان مبارک کے شہید ہونے کا تھا۔ اس سانحہ پر تمام مسلمان مغموم تھے۔ لیکن عاشق رسول حضرت اویس قرنی ﷺ پر یہ خبر بجلی بن کر گری اور آپ ﷺ کو اس قدر صدمہ ہوا کے آپ نے حضور ﷺ کی محبت میں اپنے تمام دندان مبارک توڑ ڈالے۔

سکونت شام کے دوران راقم الحروف کو شام کے علماء کے اس واقعہ کو حضرت اویس قرنی ﷺ سے منسوب نہ کرنے کے موقف سے آگہی ہوئی۔ ان حضرات کی رائے ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایسا عاشق زار اور اتنا بڑا ولی کامل شرائع اسلام سے ناواقف ہو جبکہ شرعی مسئلہ ہے کہ اپنے آپ کو نقصان اور اذیت دینا اسلام میں جائز نہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَلَا تُلْقُوا۟ بِأَيْدِيكُمْ إِلَى ٱلتَّهْلُكَةِ ﴾ (البقرة: ١٩٥)

ترجمہ: ” اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو “

﴿ وَلَا تَقْتُلُوٓاْ أَنفُسَكُمْ ﴾ (النساء: ٢٩)

ترجمہ: ” اور اپنی جانیں قتل نہ کرو“

راقم یہاں معاملہ علمائے کرام کی عدالت میں یہ سوچتے ہوئے چھوڑتا ہے کہ میں جو اس شہر میں ایک طالب علم، ایک سیاح، ایک زائر کی حیثیت سے آیا اس کے سواء اور کیا کر سکتا ہے کہ:

جو دیکھا اسے لکھ دیا اور جو سنا اسے سنا دیا.... حقیقت کیا ہے؟ واللہ اعلم

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ

سرور کائنات ﷺ کے اصحاب جو کے ہدایت کے روشن چراغ اور منبع نور ہے ان میں سے ایک حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور آپ کے گھر والوں نے اسلام کی خاطر بہت تکلیفیں اور سختیاں برداشت کی۔ حضرت عبداللہ بن جعفر فرماتے ہیں کہ:

”حضرت یاسر، حضرت عمار اور حضرت عمار کی والدہ کے پاس سے حضور نبی کریم ﷺ کا گزر ہوا۔ ان تینوں کو اللہ (کے دین) کی وجہ سے اذیت پہنچائی جارہی تھی۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: اے آل یاسر صبر کرو!۔ اے آل یاسر صبر کرو کیوں کہ تم سے وعدہ کیا گیا ہے کہ تم کو جنت ملے گی“

محدثین نے یہ بھی ذکر کیا کہ اسلام میں شہادت کا مرتبہ سب سے پہلے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو ملا جن کی شرمگاہ میں ابو جہل نے نیزہ مارا تھا[87]۔ روایتوں میں آیا کے مشرکین نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو پکڑ کے اتنی تکلیفیں پہنچائی کے آخر (ان کو اپنی جان بچانے کے لیے) سرکار مدینہ ﷺ کی شان میں گستاخانہ بول بولنے پڑے اور مشرکین کے معبودوں کی تعریف کرنی پڑی۔ جب وہ حضور ﷺ کی خدمت میں آئے تو حضور ﷺ نے آپ سے پوچھا کہ تم پر کیا گزری؟ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ بہت برا ہوا۔ مجھے اتنی تکلیف پہنچائی گئی کے آخر مجھے مجبور ہو کر آپ کی شان میں گستاخی کرنی پڑی اور ان کے معبودوں کی تعریف کرنی پڑی۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم اپنے دل کو کیسا پاتے ہو؟ انہوں نے کہا میں اپنے دل کو ایمان پر مطمئن پاتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر تو وہ اگر تمہیں دوبارہ تکلیفیں پہنچائیں تو تم بھی دوبارہ (جان بچانے کے لیے) ویسا ہی کر لینا جیسا پہلے کیا۔ حضرت عمار بن یاسر نے بڑی ثابت قدمی سے راہ خدا میں درپیش تمام مشکلات و مصائب کا سامنا کیا اور کسی چٹان کی طرح اٹل رہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ جنگ صفین میں حضرت علی المرتضی کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے .

حوران

دمشق کے جنوب میں نوی، درعا، بصری واقع ہیں۔ موجودہ تقسیم کے لحاظ سے یہ صوبہ درعا کہلاتا ہے۔ اس پورے علاقے کو حوران بھی کہتے ہیں۔ اردن کی سرحد کے قریب واقع یہ علاقہ تاریخی شہرت کا حامل ہے اور جس کی ہریالی سے ہر صاحب ذوق لطف اندوز ہوئے بغیر نہیں رہ پاتا۔ خلیج، امارات اور سعودیہ سے آنے والے حضرات اسی راستے سے دمشق میں داخل ہوتے ہیں .

---

[87] دیکھیں : البدایہ 59/3

نوی

نوی دمشق سے دو گھنٹے کی مسافت پر واقع۔آبادی چند لاکھ پر مشتمل ہے۔شہر نوی کی تعریف کے بارے میں ایک چیز ہی کافی ہے اور وہ اس شہر کی نسبت کا امام نووی ﷺ سے ہونا ہے اور اسی نسبت نے اس کو دنیا کے بہت سے شہروں سے ممتاز اور صفحہ ہستی میں پائیدار اور لازوال بنادیا ہے۔شاید اسی چیز کو کسی شاعر نے کچھ یوں بیان کیا ہے......

لقیت خیرا یانوی ووقیت من اِلم الجوی

ولقد نشابک عالم للہ اِخلص مانوی

بغیر چھت کا مزار

حضرت امام نووی ﷺ کا مزار قبرستان کے ایک وسیع و عریض بغیر چھت کے کمرے میں واقع ہے۔شام کے مزارات کے برعکس آپ ﷺ کے مزار پر کوئی جالی کوئی قبر نہیں۔بلکہ قبر کی جگہ ایک درخت نکلا ہوا ہے۔یہاں کے لوگوں کے مطابق کئی بار اہل عقیدت و محبت نے آپ ﷺ کی قبر پر قبہ بنانا چاہا دمشق سے مزدور بھی بلوائے گئے مگر ہر بار یہ درخت نکل جاتا اور قبہ گر جاتالہٰذا لوگوں نے قبہ نہ بنانے میں ہی مصلحت سمجھی اور مزار کو اسی حالت میں چھوڑ دیا۔آپ کے مزار کے ساتھ بھی سنگ مرمر کی تختیوں پر آپ کی سوانح حیات، مشائخ کا تذکرہ،آپ کی کرامات عربی زبان میں درج ہے.

قارئین کرام:

امت مسلمہ دعوت کی امت ہے اس کی بعثت کا مقصد ہی اللہ تعالی نے یہ بتایا کہ لوگوں کو نیکیوں کا حکم دے اور برائی سے روکے [88] پھر ان میں سے ایک گروہ لازما ایسا ہونا چاہیے جو انسانوں کو خیر کی طرف بلائے۔ یہ خیر دین اسلام اور اس کی جامع تعلیم کا نام ہے۔ چنانچہ دین کے داعیوں نے ہر زمانے میں مختلف طریقوں اور وسیلوں سے دین کی دعوت انسانوں تک پہنچا کر یہ فریضہ ادا کیا۔

ان **دعاۃ و ہداۃ** میں ایک گروہ ان علماء کا ہے جنہوں نے اپنے کردار و گفتار کے ساتھ قلم و قرطاس کے ذریعے دعوت کا کام جاری رکھا اور صدقہ جاریہ کے طور پر گراں قدر علمی ذخیرہ آنے والی نسلوں کے لیے ورثہ میں چھوڑ گئے۔ ان علمی ذخیروں سے لوگ صدیوں تک استفادہ کرتے رہے ہیں اور رہیں گے۔

تحریر کے ذریعے دعوت دین کا کام کرنے والوں نے جہاں قرآن مجید کی تشریح و تفسیر عام کرنے کا کام کیا وہاں نبی ﷺ کے اقوال و افعال کی اشاعت پر بھی کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ، ارشادات عالیہ اور آپ ﷺ کے افعال و اطوار کو جمع کرنے، تشریح و توضیح کرنے، اپنے زمانے کے لوگوں تک پہنچانے اور آنے والی نسلوں تک منتقل کرنے کا حق ادا کر دیا۔

ہدایت کے ان سر چشموں اور روشنی کے ان میناروں میں سے ایک امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی اعلی شخصیت ہے۔ امام محی الدین ابو زکریا یحی بن شرف الدین النووی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت 631ھ وفات 676ھ [89]) اپنے دور کے مشہور عالم، فقیہ، امام اور محدث گزرے ہیں علم حدیث اور فقہ میں بلند پایہ تصانیف کا بہت بڑا وافر ذخیرہ چھوڑا ہے۔ شرح مسلم شریف، ریاض الصالحین، الخلاصہ، الأذکار، تہذیب الأسماء واللغات، المجموع ارشاد آپ کی مشہور یادگار تصانیف ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے علماء کی طرح اربعین (چالیس احادیث کا مجموعہ) مرتب کی۔ دوسرے علماء نے عام طور پر دین کے ایک موضوع، ایک مسئلے پر مجموعے

---

[88] (كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ

[89]۔ د مصطفی البغا دارالمصطفی دمشق نزھۃ المتقین

مرتب کیے ہیں لیکن امام نووی ﷫ کا انداز ہی نرالہ ہے اس مجموعے میں ایسی احادیث جمع کی ہیں جو دین میں ایک بنیادی قاعدے اور اصول حیثیت رکھتی ہیں۔ ان میں سے بعض احادیث کے بارے میں علماء نے فرمایا ہے کہ یہ اسلام کا نصف (آدھا) ثلث (تہائی) یا ربع ہیں۔ حافظ ابن رجب ﷫ لکھتے ہیں کہ حافظ ابو عمرو بن صلاح نے ایک مجلس املاء منعقد کی جس کا نام "مجلس احادیث کلیہ" رکھا۔ انہوں نے اس میں ایسی احادیث املاء کروائیں جنہیں دین کی بنیاد کہا جاتا ہے اور جوامع الکلم ہے اور اہم مطالب و معانی رکھتی ہیں۔ ان احادیث کی تعداد 29 تھی۔ امام نووی ﷫ نے ان احادیث میں 13 احادیث اور شامل کردیں اس طرح کل بیالیس احادیث کا مجموعہ بن گیا۔

اربعین کا یہ مجموعہ دین کی تقریبا تمام تعلیم کو اپنے اندر سموئے اور اس کا مطالعہ کرنے والے دین اسلام کا اجتماعی اور مختصر نقشہ ذہن نشین ہوجاتا ہے۔ اس میں عقائد و ایمانیات، قانون و قواعد، عبادات و معاملات، اخلاق و معاشرت اور روحانیت و اجتماعیات وغیرہ کے اہم پہلوں بیان کیے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالی نے امام نووی ﷫ کی کتابوں کو جو مقبولیت بخشی ہے شاید ہی کسی اور کتاب کو نصیب ہوئی ہے۔ ان کی دو کتابیں خاص طور پر مشرق و مغرب میں خوب پھلیں ایک "ریاض الصالحین" اور دوسری "اربعین نووی" چنانچہ اربعین نووی کے متعدد زبانوں میں ترجمے ہوئے اور کافی شرحیں لکھی گئیں۔ کئی مدارس کے نصاب میں ان کو شامل کیا گیا۔ بہت سے ارباب علم اس اربعین کو زبانی یاد کرتے ہیں اور اپنے متعلقین کو یاد کراتے ہیں۔ راقم الحروف کو اللہ تعالی نے اپنے فضل سے نوازا کہ سکونت شام کے دوران اربعین نووی کی اجازہ فی الحدیث حاصل ہوئی .

قریہ سعد

زائر جب امام نووی کے مزار کی زیارت کرکے نکلتا ہے تو داہنی طرف چند گز کے فاصلے پر قریۃ شیخ سعد میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے نہایت صابر و شاکر نبی حصرت ایوبؑ کی قبر مبارک کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو منور کرتا ہے جن کا ذکر قرآن پاک میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے کچھ یوں فرمایا:

﴿ إِنَّا وَجَدْنَٰهُ صَابِرًا ۚ نِّعْمَ ٱلْعَبْدُ ۖ إِنَّهُۥٓ أَوَّابٌ ﴿٤٤﴾ ﴾ (ص:٤٤)

ترجمہ: "بے شک ہم نے اسے صابر پایا کیا اچھا بندہ بے شک وہ بہت رجوع لانے والا ہے"

آپؑ کے ساتھ ہی آپ کے صاحبزادے کی قبر مبارک ہے۔ مزار شریف سادگی کا نمونہ ہے۔ مٹی کی قبروں کو ہری چادریں سے ڈھانپا گیا ہے۔ ساتھ ہی سیرین آرمی کا بیس بھی ہے لہٰذا مزار اور متصل علاقے میں کیمرہ، مووی استعمال کرنے کی اجازت نہیں۔ ساتھ ہی "مغسلہ ایوب" ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے اور جس میں غسل فرما کر حضرت ایوب صحت یاب ہوئے تھے۔ حضرت ایوبؑ سے منسوب ایک مزار عراق میں بغداد سے نجف اشرف جانے والی سڑک کے بیچ میں بھی آتا ہے۔ مگر یہاں موجودگی کی روایت زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے جبکہ گزر چکا کہ حوران کا یہ سارا علاقہ آپؑ کی ملکیت تھا۔ مزار شریف سے جولان کی پہاڑیاں بھی صاف نظر آتی ہیں۔ یہ وہی پہاڑیاں ہیں کہ جس پر اسرائیل نے 1948ء کی جنگ میں قبضہ کرلیا تھا اور یہ قبضہ آج تک برقرار ہے۔ ہر سوری اسرائیل سے شدید نفرت کرتا ہے اور جولان واپس لینے کا دعوی مگر شاید عمل ندارد۔ اقبال فرماتے ہیں ؎

تیرے دریا میں طوفاں کیوں نہیں ہے؟

خودی تیری مسلماں کیوں نہیں ہے؟

عبث ہے شکوہ تقدیر یزداں

تو خود تقدیر یزداں کیوں نہیں ہے؟

حضرت ایوب علیہ السلام

علمائے تفسیر و تاریخ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام نہایت مالدار شخص تھے۔آپ علیہ السلام کے پاس ہر قسم کا مال و متاع تھا مویشی، غلام، وسیع و عریض کھیت، حوران میں تثنیہ کا علاقہ سب آپ کی ملکیت تھا اور مال و دولت کے ساتھ ساتھ اللہ تبارک و تعالی نے آپ علیہ السلام کو بہت سے بیٹے بیٹیاں دے رکھے تھے۔ مگر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ ساری دولت لٹ گئی۔ خاندان فنا کے گھاٹ اتر گیا۔

حضرت سیدنا ایوب علیہ السلام پر مصائب آلام کی بارش ہوتی رہی لیکن جوں جوں تکلیفیں بڑھتی گئی آپ علیہ السلام کی صبر و استقامت اور حمد و شکر خداوندی میں اضافہ ہوتا گیا۔ رات دن، لحہ لحہ، اپنے رب کی یاد میں بسر کیا اور شکایت کا ایک لفظ بھی زبان پر نہ لائے۔ بیماری طول پکڑ گئی۔ حتی کے آپ علیہ السلام صبر و استقامت کی مثال بن گئے اور لوگ ان کی مصیبتوں کو بطور مثال یاد کرنے لگے۔

پھر حضرت ایوب علیہ السلام نے بارگاہ خداوند قدوس میں عرض کی:

﴿ أَنِّي مَسَّنِيَ ٱلضُّرُّ وَأَنتَ أَرۡحَمُ ٱلرَّٰحِمِينَ ﴾ (الأنبياء: ٨٣)

ترجمہ: "مجھے پہنچی ہے سخت تکلیف اور تو ارحم الراحمین ہے"

لہٰذا اللہ تبارک وتعالی نے وحی فرمائی:

﴿ ٱرۡكُضۡ بِرِجۡلِكَۖ هَٰذَا مُغۡتَسَلُۢ بَارِدٞ وَشَرَابٞ ﴾ (ص: ٤٢)

ترجمہ: "ہم نے فرمایا زمین پر اپنا پاؤں مار یہ ہے ٹھنڈا چشمہ نہانے اور پینے کو"

چنانچہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے حکم کی تعمیر کی۔ زمین پر پاؤں مارنے کی دیر تھی کہ ٹھنڈے پانی کا چشمہ ابل پڑا۔ حکم ہوا کہ اس پانی سے غسل کیجیے اور اسے پیجیے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے غسل فرمایا اور پانی پیا تو اللہ تعالی نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے جسم سے ساری تکلیف ساری بیماریاں دور فرمادی[90]۔

اللہ تبارک وتعالی نے آپ کو کھویا ہوا مال واولاد واپس دے دیا اور اس کے ساتھ ساتھ اور بھی مال واولاد سے نوازا۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

﴿ وَءَاتَيۡنَٰهُ أَهۡلَهُۥ وَمِثۡلَهُم مَّعَهُمۡ ﴾ (الأنبياء: ٨٤)

ترجمہ: "اور ہم نے اسے اس کے گھر والے اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور عطا کیے اپنے پاس سے رحمت فرما کر اور بندگی والوں کے لیے نصیحت "

یہاں ہمیں حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کے صبر و استقامت سے درس حاصل کرنا چاہیے کہ آج ہماری اکثریت چھوٹی چھوٹی سی مصیبتوں پریشانیوں پر شکوہ و شکایت کے انبار لگادیتی ہے۔ روایتوں میں آیا کہ جب حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کی بیماری نے طول پکڑا تو ایک دن آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی زوجہ نے عرض کی: اگر آپ اللہ تبارک وتعالی سے دعا کریں تو وہ ضرور آپ کی دعا قبول فرمادے گا آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: میں نے صحت و تندرستی میں ستّر سال کا طویل عرصہ گزارا تو کیا میں اللہ کے لیے ستّر سال تک اس مصیبت پر صبر نہیں کر سکتا؟

---

[90] قصص الأنبياء امام ابن كثير

آپ علیہ السلام کے بارے میں عقیدے کی اصلاح

قارئین کرام:

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کے بارے میں بعض مؤرخین نے کچھ ایسی باتیں ذکر ہیں جن کا عقیدہ رکھنا انبیاء اور حضرت ایوب علیہ السلام کی شان کے خلاف ہے مثلًا: آپ علیہ السلام کو بیماری کے سبب بنی اسرائیل کے گندگی کے ایک ڈھیر پر ڈال دیا گیا تھا جس سے کیڑے مکوڑے آپ کے جسم پر آتے جاتے رہتے تھے۔ آپ علیہ السلام کے جسم کی بدبو کی وجہ سے لوگ قریب نہ آتے تھے۔ خشم خدم سب ساتھ چھوڑ گئے تھے۔ ہم نشین الگ ہو گئے تھے۔آپ کے جسم کا سارا گوشت جھڑ گیا تھا وغیرہ وغیرہ...... یہ سب حکاتیں اسرائلیات اور توریت منخرفہ سے منقول کردہ ہیں۔[91]

جب کہ علمائے توحید و عقیدہ اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تبارک و تعالی کے انبیاءعلیہ السلام امراض منفرۃ سے پاک ہوتے ہیں لہٰذا ایسی بیماریاں کیسے منصب نبوت کے ساتھ جمع ہو سکتی ہیں۔اس باب میں صحیح قول یہ ہے کہ نبی اللہ ایوب علیہ السلام کو مرض طبیعی لاحق تھا بخلاف امراض منفرۃ کے جو طویل عرصہ رہا بعض کے نزدیک سات سال رہا اور بعض کے نزدیک اٹھارہ سال۔ لہٰذا ہمیں انبیائے کرام کے بارے میں اس قسم کی روایتوں کے ذکر سے اجتناب کرنا چاہیے جو کے منصب نبوت کے خلاف ہو.

[91] النبوة والأنبياء 278

بصری اور اس کے آثار و کھنڈرات

بصری شام کا بہت ہی قدیم شہر ہے۔ جس کے کھنڈرات آج بھی دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ تقسیم کے لحاظ سے یہ صوبہ درعا میں آتا ہے۔ درعا سے 40 اور دمشق سے 160 کلومیٹر کی دوری پر واقع یہ شہر سطح سمندر سے 850 میٹر کی اونچائی پر واقع ہے۔ مؤرخین کے نزدیک یہ شام کا سب سے پہلا فتح ہونے والا شہر ہے جسے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے خلیفہ المسلمین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں صلح کے ذریعے فتح کیا تھا۔ رومن عہد حکومت سے اس شہر کو اہمیت حاصل ہے۔ اس وقت یہ روم کا دینی، ثقافتی اور تجارتی مرکز ہوا کرتا تھا۔ دنیا بھر کے تجارتی قافلے یہاں آیا اور جایا کرتے تھے۔ یہاں قیصر روم کا ایک بہت بڑا قلعہ تھا۔ جو اب کھنڈرات میں تبدیل ہو چکا ہے۔ پتھر سے تراشے ہوئے اس قلعہ کے لمبے لمبے ستون اور موٹی موٹی دیواریں عہد قدیم کی یاد تازہ کر دیتی ہیں۔ سوریا کی حکومت نے ان تمام کھنڈرات کو اپنی اصلی حال میں بحال کروا کر محفوظ کیا ہوا ہے۔ تاریخی شہر میں داخل ہونے والی سڑکیں آج بھی بڑے بڑے پتھروں کی بنی ہوئی ہیں۔ شہر کے شاہی مکانات کے ساتھ ساتھ عام شہریوں کے مکان بھی کچھ پکی اور کچھ کچی اینٹوں کے بنے ہوئے ہیں جن کے دروازے زیادہ اونچے نہیں ہیں۔ یہاں ایک فائیو سٹار ہوٹل بھی سیاحوں کی سہولت کے لیے ہے۔ یہ شہر اپنی پرانی پہچان کے سبب یونیسکو میں رجسٹرڈ بھی ہے۔

اس شہر کی جو بھی تاریخ ہو عشاق کے لیے تو بس یہ بات ہی کافی ہے کہ ہم غریبوں کے آقا ﷺ یہاں تشریف لائیں ہے۔ اللہ اللہ عشاق کے لیے یہ زمین کتنی مقدس ہے۔ اسلام کی کیسی کیسی عظیم امانتوں کو اپنی گود میں لیے ہوئے ہے۔ ہر جگہ دیدہ بینا اور گوش شنوا کے لیے ایک درس ہے۔

مبرک الناقہ

بصری کی آبادی شروع ہوتے ہی قریب میں ایک چھوٹی سی مسجد ہے جس کا نام " مبرک الناقۃ" (اونٹنی کے بیٹھنے کی جگہ) ہے۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں سرکار عالی وقار ﷺ اپنی حیات مبارکہ میں دو بار تشریف لائے ایک دفعہ بارہ سال کی عمر میں اپنے چچا جناب ابو طالب کے ساتھ اور دوسری مرتبہ پچیس سال کی عمر میں حضرت خدیجہ۔ رضی اللہ عنہا۔ کا مال تجارت لے کر۔ اسی جگہ آپ ﷺ کی بحیرہ راہب سے ملاقات ہوئی تھی۔ اس بحیرہ راہب کا گھر بھی مسجد سے قریب ہی ہے۔ مسجد کے اندر ایک کمرے میں آج بھی اونٹنی کے کھروں کے نشانات موجود ہیں۔ یہ بہت مشہور واقعہ ہے جسے بہت سے مؤرخین و محدثین نے ذکر کیا ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو کچھ اس طرح ذکر فرمایا ہے:

(بارہ سال کی عمر میں اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ)" حضور ﷺ نے ملک شام کی جانب سفر فرمایا اور بصری پہنچے۔ اس سفر میں بحیرہ راہب نے حضور ﷺ میں نبی آخر الزماں کی ان علامتوں اور صفتوں کو پہچانا جو تورات، انجیل اور دیگر آسمانی کتابوں میں اس نے پڑھی تھیں۔ بحیرہ راہب نصاری کے احبار میں سے ہے۔ اور زہد و ورع کی صفت میں ممتاز تھا۔ بصری کے قریب ایک دیہات میں ایک صومعہ تھا جس میں وہ نبی آخر الزمان کے دیدار کے انتظار میں عرصہ دراز سے ٹھہرا ہوا تھا۔ اور عمر گزار رہا تھا۔ اور جب کوئی قریش کا قافلہ اس راہ سے گزرتا تو وہ صعومہ سے نکل کر قافلہ میں آتا اور حضور اکرم ﷺ کو معلوم نشانیوں کی بنا پر تلاش کرتا۔ جب ان میں وہ حضور ﷺ کو نہ پاتا تو واپس چلا جاتا۔

ایک مرتبہ جب قریش کا قافلہ آیا تو اس نے دیکھا کہ بادل کا ایک ٹکڑا حضور ﷺ پر سایہ کیے ہوئے ساتھ چل رہا ہے۔ جب حضور ﷺ جناب ابو طالب کے ساتھ کسی درخت کے نیچے آتے تو بادل درخت کے اوپر آ جاتا۔ بحیرہ اس صورت حال کو حیرت و تعجب سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے بعد بحیرہ نے اس قافلے کو مہمان بننے کی دعوت دی اور قافلے کو بلایا۔ تو ابو طالب حضور ﷺ کو قیام گاہ پر چھوڑ کر چلے گئے۔ جب بحیرہ نے ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو کر قیام گاہ پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ بادل کا ٹکڑا اپنی جگہ قائم ہے۔ راہب نے کہا: قافلے والو! کیا کوئی تم میں سے ایسا شخص رہ گیا ہے جو یہاں نہیں آیا ہے؟ پھر انہوں نے حضور ﷺ کو بھی بلایا اور وہ بادل کا ٹکڑا بھی آپ ﷺ کے ہمراہ آپ ﷺ کے سر مبارک پر سایہ کیے ہوئے آیا۔ جب یہ قافلہ پہاڑ پر چڑھنے لگا تو بحیرہ نے سنا کہ پہاڑ کا ہر شجر و حجر کہہ رہا ہے:

" السّلام علیک یارسول اللہ "

اس نے حضور ﷺ کے شانہ مبارک پر اس مہر نبوت کو بھی دیکھا اور اسکو اسی طرح پر پایا جس طرح آسمانی کتابوں میں اس نے پڑھا تھا۔ بحیرہ نے اسے بوسہ دیا اور آپ ﷺ پر ایمان آیا۔ بحیرہ ان میں سے ایک ہے جو حضور ﷺ پر آپ ﷺ کی اظہار نبوت سے پہلے ایمان لائے ہیں۔ ابو مندہ اور ابو نعیم اسے صحابہ میں شمار کرتے ہیں۔ اس سفر میں سات افراد روم سے حضور ﷺ کے (معاذ اللہ) قتل کے ارادے سے نکلے تھے۔ منقول ہے کہ بحیرہ نے ابو طالب کو وصیت کی کہ یہود و نصاری سے حضور ﷺ کی خوب حفاظت کریں کیونکہ یہ فرزند نبی آخر الزمان ہوگا اور اس کا دین تمام دینوں کا ناسخ ہوگا۔ اسے شام لے کر نہ جاؤ کیونکہ یہود ان کے دشمن ہے۔ (چنانچہ) ابو طالب نے حضور ﷺ کو کچھ لوگوں کے ساتھ مکہ مکرمہ واپس بھیج دیا[92]۔ یہ قصہ مشہور ہے ترمذی نے اسے حسن کہ اسے صحیح قرار دیا ہے"۔

---

[92] دیکھیں : مدارج النبوت مؤلف شیخ عبد الحق دہلوی مترجم : مفتی غلام معین الدین نعیمی،جلد دوم 47/ 48 ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور

امام ابن کثیر کی درسگاہ

مسجد مبرک الناقہ کی دیوار کے ساتھ ہی مشہور مفسر، محدث اور مؤرخ امام ابن کثیر (متوفی 774 ہجری) کا مکان اور مدرسہ ہے۔ دروازہ بہت چھوٹا ہے جس میں جھک کر داخل ہونا پڑتا ہے۔ مدرسہ چھوٹا مگر بہت ہی عالیشان ہے۔ جس میں پڑھائی کے لیے ہال، طلبہ کے لیے رہائش گاہیں اور ایک کمرہ ہے جس کے بارے میں بتایا گیا کہ یہ امام ابن کثیر کی تصنیف و تالیف کے لیے مخصوص تھا۔ مکان ہوادار ہے۔ اب بھی یہاں امام ابن کثیر کے نام سے مدرسہ لگتا ہے۔ یہ مدرسہ جس نے ابن کثیر جیسے بحر العلوم کو دیکھا آج زیادہ تر زائرین کی توجہ کا مرکز بنا رہتا ہے جبکہ راقم الحروف کے نزدیک اگر اسلامی حکومات اور مسلمان ان جیسے مدارس پر توجہ کریں تو ان کے دلوں سے آکسفورڈ اور کیمبرج کا نام مٹ جائے۔ اور کوئی بڑی بات نہیں کہ چند سالوں کے بعد دنیا کی طاقت امریکہ اور یورپ کے ہاتھ سے نکل کر دوبارہ مسلمانوں کے پاس آجائے۔ لیکن افسوس صد افسوس حصول علم کی طرف ہم اور ہماری حکومات اس طرح توجہ نہیں دیتے جس طرح عباسی حکمرانوں اور امام اعظم، امام بخاری، امام غزالی، ابن کثیر اور دوسرے جلیل القدر علماء و حکمرانوں نے دی تھی.

جامع العمری

اس مسجد کا نام " جامع العمری" رکھنے کی وجہ تسمیہ شاید یہ ہیکہ چونکہ بصری امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں 13ھ میں فتح ہوا تھا لہٰذا اس مسجد کا نام آپ رضی اللہ عنہ کی نسبت سے رکھا گیا۔ کہا گیا کے یہ شام کی سب سے پرانی مسجد ہے۔ مسجد اور منارہ کی ہییت دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ پہلے یہاں گرجا تھا۔ عالم اسلام کی اس عظیم اور تاریخی مسجد کے خوشنما ستون جو دور تک پھیلے ہوئے نظر آتے ہیں بوسیدگی کے باوجود آج بھی بڑے دلکش معلوم ہوتے ہیں۔ مسجد کے بیچوں بیچ فوارہ اور اس کے گرد چند کرسیاں نما اینٹے نصب ہے جو شاید کسی زمانے میں وضوء کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ حسین و پرکار محراب کے ساتھ والی دیوار پر رومن یا سنسکرت زبان میں کچھ لکھا ہوا ہے۔

جامع العمری جتنی بڑی ہے اس میں نمازی اتنے ہی کم نظر آتے ہیں۔اقبال نے شاید ایسے ہی موقع و محل کے لیے کہا تھا۔

واعظ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی برق طبعی نہ رہی شعلہ مقالی نہ رہی

رہ گئی رسمِ اذاں روح بلالی نہ رہی فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے

یعنی وہ صاحبِ اوصاف حجازی نہ رہے

رومن اسٹیڈیم

ایک اہم چیز جو یہاں ہے وہ رومن زمانے کا ایک اسٹیڈیم ہے۔ اسٹیڈیم میں داخلے کا ٹکٹ 200 لیرہ سوریہ (سیرین پاؤنڈ) کا ہے۔مگر راقم الحروف کی خوش قسمتی کے اسٹوڈنت کارڈ ہونے کی وجہ سے صرف 25 لیرے میں کام چل جاتا ہے۔ یہ اسٹیڈیم دوسری صدی عیسوی کی یادگار ہے۔مین دروازے پر لکھا ہے " المسرح الرومانی - القرن الثانی " یہ اسی طرز کا اسٹیڈیم ہے جس طرح کے آج کل اسٹیڈیم ہوتے ہیں۔مدور زینے ،اوپر تلے سیٹیں۔کچھ خاص قسم کی سیٹیں بھی ہیں جو شاید اس وقت کے امراء کے لیے خاص تھیں۔ یہاں اس زمانے میں شاہی کھیل، تماشے اور رقص ہوتا تھا۔یہ اسٹیڈیم یونانی طرز تعمیر کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ یاد رہے کہ یونان کا کسی زمانے میں شام پر تسلط تھا۔ یہاں اہل علاقہ کھنڈرات سے حاصل شدہ پرانی چیزیں ،برتن ،سکے ، قیمتی پتھر وغیرہ زائرین کے ہاتھوں سستے داموں فروخت کرتے ہیں۔ان بیچنے والوں کی اکثریت انگریزی سے بھی آشنا ہے جو یہاں کثرت سے آتے یورپ کے ٹورسٹ کی مرہون منت معلوم ہوتی ہے ۔

اسٹیڈیم کے باہر سیمنٹ کی دیوار پر شام کے سابق و موجودہ صدر کی تصویں آویزاں ہیں ۔ تصویروں کی وبا اسلامی اور خاص کر عرب ممالک میں بہت عام ہے۔شام میں بھی حکومتی دفتر،شاہراہوں ،گاڑیوں ، یہاں تک کے مزارات پر یہاں کے سابق اور موجودہ صدر کی تصویریں لٹکی نظر آتی ہے۔اس شوق کے متعلق کسی نے خوب کہاصہ

دوزخ کے داخلے میں نہیں ان کو عذر کچھ

فوٹو کوئی لگادے جو ان کا بہشت میں

آخری عرض

علماء کرام فرماتے ہیں کہ : اللہ جلالہٗ کے محبوب و مقبول بندوں کے حالات زندگی ، واقعات اور خصائص کا پڑھنا قرآن و حدیث کے بعد عظیم ترین مطالعہ ہے ۔ کیوں کہ انہی نفوس قدسیہ نے اپنی زندگیوں کے ذریعے احکامات قرآن حدیث کی عملی تصویر کشی فرمائی ہے۔ ان نفوس قدسیہ میں وہ بھی ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے زندگی کے ساتھی ، آپ ﷺ کی تعلیمات کو تمام دنیا اور اپنے زن و فرزند اور اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھنے والے ۔ آپ ﷺ کے پیغام کو اپنی جانیں قربان کرکے دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلانے والے ۔ ان حضرات کی سیرت رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا ایک جزء ہے ۔

اور ان میں وہ علماء ، صلحاء و اولیائے امت بھی ہیں جن کے فضائل و مناقب اور ان کی حکایات انسان کو راہ راست دکھانے اور اس میں دینی انقلاب پیدا کرنے کے لیے نسخہ اکسیر ہے ۔ یہ سب ایک ایسے مقدس گروہ کا نام ہے جو رسول اللہ ﷺ اور عام امت کے درمیان اللہ جلالہٗ کا عطا کیا ہوا واسطہ ہے ۔ اس واسطے کے بغیر نہ امت کو قرآن ہاتھ آسکتا ہے ، نہ قرآن کے وہ مضامین جن کو قرآن نے اللہ کے رسول ﷺ کے بیان پر چھوڑا ہے ۔ اور نہ رسالت اور اس کی تعلیمات کا کسی کو اس واسطے کے بغیر علم ہو سکتا ہے ۔ لہٰذا ان حضرات کی محبت ایمان کا جزء ہے ۔ اگر ہم ان حضرات سے محبت کریں گے تو ان شاء اللہ ان کے ساتھ ہوں گے ۔ جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی : یارسول اللہ ﷺ اس شخص کے لیے کیا حکم ہے جس نے کسی کو نہ دیکھا ہو اور نہ ہی ملاقات کی ہو اور نہ ہی اس کی صحبت میں رہا ہو اور نہ ہی اس کے عمل پر عمل کیا ہو مگر اس کو دوست رکھتا ہو ۔ سرور کائنات نے ارشاد فرمایا :

المرء مع من أحب

"آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرتا ہوگا "

کچھ عرصے قبل میرے بھی دل میں خواہش پیدا ہوئی کے ان نور کے آستانوں اور اس ارض پاک کے بارے میں کہ جس کے لیے نبی پاک ﷺ نے دعا فرمائی کچھ لکھوں جس سے میری ان بزرگ ہستیوں سے محبت و عقیدت کے جذبات میں زیادتی ہو۔اور جب تحریری شکل میں لانا شروع کیا تو عقل نے کہا:

"تم اپنی کم عقلی، کم علمی اور کم عمری کے سبب یہ کام کس طرح انجام دوگے ؟"

میں سوچ میں پڑ گیا تو عشق نے کہا:

"تم ایسا ضرور کرو جن کا یہ کام ہے وہ خود ہی کروالیں گے"

میں نے عشق کے بادشاہ کو عقل کے وزیر پر ترجیح دی اور یہ چند صفحات بتوفیق خدا جل جلالہ اور بفضل مصطفیٰ ﷺ اور بطفیل نظر مرشد اس امید پر لکھے کہ کاش ہم تہی دامنوں کو بھی ان حضرات کے قلزم عرفاں سے چند قطرے مل جائیں اور ہمارا بھی بیڑا پار ہو جائے۔اور اللہ تبارک و تعالی ہمارا خاتمہ بھی ان لوگوں کے ساتھ لکھ دیں.

معلومات عامہ

	سوریا	پاکستان
نام	جمہوریہ عربیہ سوریہ	اسلامی جمہوریہ پاکستان
دین	اسلام	اسلام
نظام حکم	جمہوری	جمہوری
یوم آزادی	1946 - 4 -17	1947 - 8 -14
کس ملک سے آزاد ہوا	فرانس	برطانیہ
کرنسی	لیرہ	روپیہ
ٹیلیفون کوڈ	00963	0092
انٹرنیٹ کوڈ	Sy	pk
تجارتی شہر	حلب	کراچی
بندرگاہ	لاذقیہ	کراچی
پڑوسی ممالک	اردن- لبنان - عراق - ترکی فلسطین	ہند-چین-ایران- افغانستان
رقبہ	km 180-180	
شرح خواندگی	٪80	٪60
اہم پیداوار	زراعت- کاٹن - پیٹرول	
آبادی	2 کروڑ	17 کروڑ
زبان	عربی	اردو
مسلمان	٪90	٪97
صوبے	14	4

صبر ورضا کی اعلیٰ مثال حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا روضہ مبارکہ

جامع اموی حلب میں واقع حضرت زکریا علیہ السلام کا مزار شریف

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک جس سے ایک تناور درخت نکلا ہوا ہے

حضرت عمار اور اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے مزار کی وسیع و عریض عمارت

جامع اموی حلب اور اس کا مشہور و معروف منارہ

رومن اسٹیڈیم

چار ملکوں کا سفر کرتی نہر فرات کا ایک منظر

حلب کے بیچوں بیچ واقع عجیب و غریب قلعہ

رومن اور یونانی دور کی یادگار اسٹیڈیم